درس حدیث

محمد اظہر مدنی

صلہ رحمی کی فضیلت

عن قتادة عن رجل من خثعم، قال: أتيت النبى صلى الله عليه وسلم وهو فى نفر من أصحابه، قال: قلت: أنت الذى تزعم أنك رسول الله؟ قال: نعم قال: قلت يا رسول الله! أى الأعمال أحب الى الله؟ قال: ايمان بالله، قال: قلت : يارسول الله!ثم مه؟ قال: ثم صلة الرحم، قال: قلت: يا رسول الله!چم مه؟ قال: ثم الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر...الى آخرالحديث.

ترجمہ: حضرت قتادہؓ راوی ہیں کہ قبیلہ خثعم کے ایک شخص کا بیان ہے کہ میں اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا۔کیا آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ہاں! میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! پھر کون سا عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر صلہ رحمی کرنا، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! پھر کون سا عمل؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے دنیا وآخرت میں کامیاب زندگی گزارنے کے لئے اصول وضابطہ بنایا ہے جس کا نام اسلام ہے اور ہم مسلمان اس بات کو اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں کہ دنیا وآخرت میں کامیاب ہونے اور رب کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے دو اہم اور بنیادی چیزوں کا حامل بننا ضروری ہے۔ایک اللہ کی عبادت جو ہمارا مقصد تخلیق ہے دوسرا حسن اخلاق۔حسن اخلاق میں صلہ رحمی کا مقام سب سے بلند ہے اور اس میں بھی والدین کے ساتھ صلہ رحمی کرنا، بعدہ حقوق العباد میں اعزاء واقرباء کا مقام سب سے اعلیٰ وارفع ہے۔اس لئے قرآن واحادیث میں مختلف مقامات پر رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے فضیلت بیان کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى (النحل:۹۰)''یقیناً اللہ تعالیٰ عدل کا بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ (بنی اسرئیل:۲۶)''اور رشتے داروں اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو''۔

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ (الرعد:۲۱)''اور اللہ نے جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم دیا ہے وہ اسے جوڑتے ہیں۔''

اور ذخیرہ احادیث میں درجنوں روایات صلہ رحمی کی فضیلت میں ملیں گی جس سے اس کی اہمیت آشکارا ہوجاتی ہے اور صلہ رحمی کرنے والے کے لئے بے شمار بشارتیں بھی سنائی گئی ہیں۔ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تقدیر کو سوائے دعا کے کوئی چیز ٹال نہیں سکتی ہے اور عمر میں سوائے نیکی کے کوئی چیز اضافہ نہیں کرسکتی۔ یہاں نیکی سے مراد صلہ رحمی کرنا ہے اور اس سے بڑی بات کیا ہوگی کہ صلہ رحمی رب کی رحمت کو واجب کردیتی ہے۔ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ کا فرمان ہے **الرحم معلقة بالعرش تقول: من وصلني وصله الله ومن قطعني قطعه الله** رحم عرش سے لٹکا ہوا ہے کہتا ہے جو مجھے ملائے گا اللہ اس کو اپنی رحمت سے ملائے گا اور جو مجھے کاٹے گا اللہ اس کو کاٹے گا یعنی اپنی رحمت سے محروم کردے گا۔اور ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں ہی رحمٰن ہوں یعنی لفظ رحم اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے نکلا ہے۔**انا الله** میں اللہ ہوں، **وانا الرحمن** اور میں رحمٰن ہوں، **خلقت الرحم** میں نے رحم کو پیدا فرمایا، **وشققت لها اسما من اسمى** اور میں نے اس کا نام اپنے نام سے نکالا **فمن وصلها وصلته** جو شخص اسے ملائے گا میں اسے ملاؤں گا۔**ومن قعطها قطعته** اور جو اسے کاٹے گا میں اسے کاٹوں گا۔صلہ رحمی کی فضیلت کا اندازہ بخاری شریف کی اس حدیث سے بھی لگایا جاسکتا ہے جس کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں۔رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق میں فراوانی اور اس کی عمر لمبی ہو وہ صلہ رحمی کرے۔اور ایک حدیث مبارکہ میں آپؐ نے یہ تاکید فرمائی کہ تم اپنا نسب معلوم کرو تاکہ اپنے رشتہ داروں، اعزہ واقرباء کے ساتھ صلہ رحمی کرسکو۔رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کے بہت سارے فوائد ہیں۔اس کے ذریعہ گھر والوں کے درمیان محبت پیدا ہوتی ہے، مال میں بڑھوتری ہوتی ہے اور عمر میں برکت ہوتی ہے وغیرہ اور حقیقت میں صلہ رحمی مومن کی امتیازی شناخت ہے جو اسے اوروں سے ممتاز بناتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ صحابہ رضوان اللہ اجمعین کے یہاں صلہ رحمی کے تئیں بے پناہ اہتمام تھا۔کبھی کسی وجہ سے کوئی کمی نظر آئی تو فوراً رجوع کیا اور اسے دور کرنے کی کوشش کی۔حضرت ابوبکرؓ کا مشہور واقعہ جو ان کے خالہ زاد حضرت مسطح کے ساتھ پیش آیا جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے سورہ نور آیت نمبر ۲۳ میں کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کرنے والوں کے گناہوں کے معافی کا بھی اعلان فرمایا ہے۔مذکورہ بالا حدیث میں صلہ رحمی کو ان اعمال کے ضمن میں ذکر کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ محبوب وپسندیدہ ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام لوگوں کو حقیقی معنوں میں ایک دوسرے کے حقوق کو سمجھنے اور اسے ادا کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔آمین

☆☆☆

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی
نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی مولانا طہ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲
اداریہ ۳
دعا ہم نے مانگی ہے دعا کی طرح! ۶
یہ بیماری نہیں، بیماریوں کا علاج ہے ۸
حشر میں حساب وکتاب سے پہلے اپنا محاسبہ کرلیں ۱۱
کلمۂ توحید کے فضائل ۱۶
گاؤں محلہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجئے ۱۷
غیر مسلموں میں شادی کا رجحان: اسباب وعلاج ۱۸
مکتب کی تعلیم: مسائل اور حل ۲۳
شیخ ذاکر ادریس بنارسی رحمہ اللہ ۲۶
پریس ریلیز وجماعتی خبریں ۲۹
اشتہار اہل حدیث منزل ۳۱
تعاون کی اپیل ۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک
سالانہ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ۷/روپے
پاکستان ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

اعتراف مسلّم، لیکن کب؟

اعتراف جمیل اور اعتراف جرم ترقی یافتہ لوگوں اور فلاح یاب جماعتوں کا شیوہ رہا ہے۔ لیکن آج کا انسان حتی کہ مسلمان بھی اپنے بھائی بندوں کے اعتراف جمیل کے جذبہ سے عاری اور اپنے جرم کا اقرار کرنے سے گریزاں ہے۔ حالانکہ یہ اس پر فرض ہے اور بہت سے اچھے کام جو وہ کرتا ہے اس کے مقابلے میں یہ آسان، مفید، باعث مدح وتعریف اور لائق ستائش ہے۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ اگر کسی سے اپنے کاموں کی تعریف وتحسین کرانی ہو یا اُس سے اعتراف جرم وتقصیر کرانا ہو تو انسان اس کے لیے بہت زیادہ مخلص، چاق چوبند اور انتہائی حریص وخواہش مند رہتا ہے۔ لیکن وہ خود کسی کی خوبیوں کا اعتراف جمیل کرتا ہے اور نہ خود اپنے جرم وگناہ کا اعتراف کرتا ہے۔ وہ اپنے لیے جو پسند کرتا ہے دوسروں کے لیے ہرگز روا نہیں رکھتا۔ دوسروں کے لیے جو کام کرنا ضروری سمجھتا ہے وہ خود ہرگز کرنا نہیں چاہتا۔ یہ دوہرا معیار اپنا کر انسان یہی نہیں کہ اپنے بھائی کو دھوکہ دے رہا ہے، اس کے ساتھ ناانصافی کا معاملہ کر رہا ہے اور بلا وجہ وہ ظالم بن رہا ہے بلکہ وہ خوش فہمی میں مبتلا ہو کر اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے۔ ”وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا“۔ (الکھف:۱۰۴) ”اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں“۔

دنیا میں اگر انسان اعتراف جمیل یعنی دوسروں کی خوبیوں کا اعتراف کرنے لگے، دوسروں کے حقوق کو تسلیم کرنے لگے، دوسروں کے احسان کا معترف ہو جائے، رشتہ داروں، پڑوسیوں، ساتھیوں، استادوں، شاگردوں، چھوٹوں اور بڑوں سب کے مراتب ومناقب اور مواہب ومعیار کا زبانی طور پر بھی اعتراف کر لے یا کم از کم خوش گمانی پال لے تو دنیا سے اکثر جھنجھٹ ختم ہو جائے گا۔ فرد سے فرد کی دوریاں ختم ہو کر دوستی میں بدل جائیں گی۔ میاں بیوی کے درمیان کا ماحول بگڑنے کے بعد بھی بن جائے گا۔ گھریلو، معاشرتی، شہری، ملکی اور بین الاقوامی ہر سطح کے معاملات وحالات درست ہوتے چلے جائیں گے اور اس مثبت، خوشگوار اور ٹینشن فری ماحول کے ہمہ جہت ثمرات اور فوائد سے خود اعتراف کرنے والا بہرہ ور ہوگا، ساتھ ہی سارا عالم بھی مستفید ومسرور ہوگا۔

دراصل غور کیا جائے تو دنیا میں معیشت، معاشرت، مصاہرت، سیاست وغیرہ وغیرہ کی سازگاری اعتراف خواہ جیسا بھی ہو، کی مرہون منت ہے۔ اسی لیے

فردوخاندان سے لے کر بین الاقوامی سطح تک سارے اموراور تعلقات میں اسی کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ عام دنیوی امور ومعاملات میں آپ مانتے اور اعتراف کرتے ضرور ہیں خواہ طوعاًیا کرھاً، ورنہ زندگی کی گاڑی ایک دن بھی نہ چلے۔

اعتراف کرنے، مان لینے اور حق کو قبول کر لینے کے دینی ودنیاوی بے شمار فائدے ہیں۔ ماننا اور اعتراف کرنا دوطور پر ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ تمام اچھی اور نیک باتوں کو عقل سلیم اور فہم کامل کے ساتھ اچھا مان لینا اور اس پر کاربند ہوجانا۔ دوسرے یہ کہ دنیا کی تمام برائیوں اور نقصاندہ چیزوں کو بھی پہچان کر مان لینا کہ یہ بات بری ہے اور نقصان دہ ہے، یہ ایک ایسی خوبی ہے اور ایک ایسا اعتراف تسلیم ورضا ہے جس سے انسان دنیا وآخرت میں کامیاب وسرخرو ہوکر رہے گا۔ نظام عالم اسی پر قائم ہے۔ یہ خیر وشر کی تمیز اور اس کو مان کر اور اعتراف کر کے اس کو برتنے کا سلسلہ جس دن ختم ہوجائے گا وہ دن دنیا کا آخری دن ہوگا۔ کیوں کہ حق وباطل، خیر وشر، نیکی وبدی، اچھائی وبرُائی سب گڈ مڈ ہوکر رہ جائے گی۔ موت وحیات کا سلسلہ بھی اسی لیے قائم ہے کہ عمل صالح اور حسن کارکردگی کی پہچان اور اس کا سمان ہورہا ہے یا نہیں۔ جب تک تمیز خیر وشر موجود ہے تب تک دنیا باقی ہے جونہی یہ مٹی تو دنیا کا مٹ جانا متعین ہے اور تخلیق انسانی کا راز اسی میں مضمر ہے اور زندگی اور اس کے خاتمے کا راز اسی میں پنہاں ہے کہ خیر وشر کی تمیز ہوتی رہے۔ ’’الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرا ‘‘۔(الملک:۲)’’جس نے موت اور حیات کو اس لیے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے‘‘۔

دوسری بات جو بہت اہم ہے وہ یہ ہے کہ اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کر لینا اور اپنے گناہوں اور تقصیرات کو تسلیم کر لینا قبل اس کے کہ دوسرا کوئی ان کی نشاندہی کرے، انسان کی سب سے بڑی خوبی اور کامیابی کی دلیل اور علامت ہے۔ اور یہ اعتراف اور اقرار جرم ہر انسان کو کرنا ہے بلکہ ہر بندہ کو کرنا ہی پڑے گا۔ اس کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ اس دنیوی زندگی میں انسان کبھی خود کو دھوکہ دینے کے لیے حقائق سے چشم پوشی کرتا ہے اور کبھی تکبر آڑے آجاتا ہے۔ اور کبھی انسان شرمندگی اور حیا کی وجہ سے اپنے کئے ہوئے گناہوں کا اعتراف نہیں کرتا۔ وہ والدین اور دنیا جہاں کی نظروں سے چھپ کر گناہ بھلے ہی کرتا پھرے مگر اس کا نفس اس پر کبھی مطمئن نہیں ہوتا کہ اس پر کوئی کبھی بھی مطلع ہو۔ اس کو اضطراب وسراسیمگی اور حیرانی وپریشانی ہوتی ہے کہ مبادا کوئی جان نہ جائے اور یہ بات اس کو سرگرداں اور بے چین کیے رکھتی ہے۔ سکون چھن جاتا ہے۔

بھلا بتاؤ! جب اولین وآخرین سب جمع ہوں گے، والدین، اولاد، خویش واقارب، اصدقاء واحباب اور دوست ودشمن سب صاف صاف دیکھ اور سن رہے ہوں گے۔ شماتت اعداء کی سب سے تکلیف دہ صورتحال کا سامنا ہوگا اور بدبختی وبدحالی کا سب سے زیادہ مظاہرہ ہوگا، سب سے بدتر اور سب سے آخری اور حتمی فیصلہ ہوگا، شقاوت وبدبختی، نامرادی وناکامی اور عذاب شدید کا سامنا ہوگا۔ اس وقت کسی طرف سے کسی طرح کی امید کی ادنی کرن نہ رہ جائے گی بلکہ جن اپنوں سے قدرے توقع ہوگی وہ بھی صاف صاف انکار کر جائیں گے بلکہ ساتھ چھوڑنے کے ساتھ ساتھ ہمارے خلاف بیان دیں گے۔ ہم سے بیزار وبعید ہوجائیں گے اور بیگانگی اور بے دردی کا عالم یہ ہوگا کہ ’’یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ. وَاُمِّہٖ وَاَبِیْہِ. وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیْہِ. لِکُلِّ امْرِیٔ مِّنْھُمْ یَوْمَئِذٍ شَأْنٌ یُّغْنِیْہِ ‘‘،’’(عبس:۳۴-۳۷)’’اس دن آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایسی فکر (دامن گیر) ہوگی جو اس کے لیے کافی ہوگی‘‘۔ یہی نہیں کہ یہ سب ساتھ چھوڑ جائیں گے، نفرت کریں گے، براءت وبیزاری کا اظہار کریں گے بلکہ اس دن عذاب میں مبتلا دیکھ کر خوش ہوں گے اور بھلا رب کے فیصلے سے کون ہے جو راضی نہ ہوگا۔

بروز قیامت اعتراف جرم کی کیفیت دیدنی ہوگی اور اس دن اعتراف جرم کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں ہوگا۔ انسان بھاگنا چاہے گا لیکن بھاگنے کی ساری راہیں مسدود ہوں گی۔ ’’قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَھَلْ اِلٰی خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ‘‘ (الغافر:۱۱)’’وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمیں دوبار مارا اور دوبار ہی جلایا، اب ہم اپنے گناہوں کے اقراری ہیں، تو کیا اب کوئی راہ نکلنے کی بھی ہے؟‘‘۔

اس دن اللہ کے قانون وشریعت کے مجرم گردن جھکائے ہوئے ہوں گے۔ رب العالمین کے سامنے گریہ وزاری کررہے ہوں گے۔ التجائیں کررہے ہوں گے، رحم وکرم کی بھیک مانگ رہے ہوں گے اور منتیں کررہے ہوں گے کہ بارالٰہا! ایک مرتبہ مہلت عطا کردے، میں یقین دہانی کراتا ہوں دنیا میں دوبارہ جاکر نیک عمل کروں گا اور پکا مومن بندہ بن کر دکھاؤں گا۔ ’’وَلَوْ تَرٰٓی اِذِالْمُجْرِمُوْنَ نَاکِسُوْا رُءُوْسِھِمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ‘‘(السجدۃ:۱۲)’’کاش کہ آپ دیکھتے جب کہ گنہگار لوگ اپنے رب تعالیٰ کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہوں گے، کہیں

گے، اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب تو ہمیں واپس لوٹا دے ہم نیک اعمال کریں گے ہم یقین کرنے والے ہیں''۔

''وَلَوْ تَرٰى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ'' (الانعام:۲۷)''اور اگر آپ اس وقت دیکھیں گے جب کہ یہ دوزخ کے پاس کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے ہائے کیا اچھی بات ہو کہ ہم پھر واپس بھیج دیئے جائیں اور اگر ایسا ہو جائے تو ہم اپنے رب کی آیات کو جھوٹا نہ بتلائیں اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں''۔

لیکن اس وقت خواری و رسوائی کے سوا کوئی شنوائی نہیں ہوگی، فرمان ہوگا کہ اس راندہ درگاہ کو جہنم میں پھینک دو۔''فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ''(الملک:۱۱)''پس انہوں نے اپنے جرم کا اقبال کرلیا۔اب یہ دوزخی دفع ہوں (اب ان کے لیے اللہ سے اور اس کی رحمت سے دوری ہی دوری ہے)''۔

لہٰذا آخرت کی اس ذلت و رسوائی اور عذاب سے بچنے کی فکر کرنی چاہئے۔اور''الکیس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت'' پرعمل کرتے ہوئے اور اللہ کی عطا کردہ عقل وشعور کو کام میں لاتے ہوئے آخرت کی سرخروئی کا سامان کرنا چاہئے۔ جب یہ بات مسلم ہے کہ اس کارگہ زیست میں نہ سہی بروز قیامت ہر شخص کو اپنے جرم کا اعتراف واقرار کرنا ہی ہے تو پھر دانشمندی اسی میں ہے کہ حشر کے دن اولین وآخرین اور خویش واقارب کی موجودگی میں شرمندگی کا طغرا گلے میں ڈالے پھرنے سے قبل اسی دنیا میں جمود وتکبر کو بالائے طاق رکھ کر اپنے رب کے حضور اپنے گناہوں کا اقرار واعتراف کرتے ہوئے توبہ واستغفار کرلیں۔ دنیوی زندگی میں کسر نفسی اور اقرار جرم میں عزت ہی عزت اور کرامت ہی کرامت ہے۔ بندے کی اس سے بڑی توقیر اور کیا ہوسکتی ہے کہ جب بندہ اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہے۔صدق دل سے توبہ کرتا ہے اور اس عمل میں اپنی چھوٹی شان کو آڑے آنے نہیں دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی تکریم کے لیے آسمان دنیا پر آجاتا ہے۔اور بڑی محبت سے بلاتا ہے کہ آؤ سب کے لیے توبہ ومعافی کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔حق تو یہ ہے کہ اللہ رب العزت اعتراف جرم کرکے معافی مانگنے والے بندے سے بے پناہ محبت کرتا ہے اور حد درجہ خوش بھی ہوتا ہے۔ جیسے ایک حدیث میں ایک تمثیل کے ذریعہ بیان کیا گیا ہے۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''لله اشد فرحا بتوبة عبده حين يتوب اليه من احدكم كان على راحلته بارض فلاة فانفلتت منه وعليها طعامه و شرابه ، فأيس منها، فاتى شجرة، فاضطجع فى ظلها، وقد أيس من راحلته، فبينا هو كذلک اذا هو بها، قائمة عنده، فأخذ بخطامها، ثم قال من شدة الفرح، اللهم انت عبدى وانا ربک ! أخطا من شدة الفرح''(متفق علیہ)''جب کوئی بندہ اللہ کے حضور توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس بندے سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی بے آب و گیاہ چٹیل میدان میں ہو، وہاں اس کا اونٹ گم ہو جائے اور اس کے کھانے پینے کا سامان بھی اسی پر ہو، وہ اس کے ملنے سے مایوس ہوکر، ایک درخت کے نیچے آکر اس کے سائے میں لیٹ جائے، اور اسے اپنی سواری کے ملنے کی کوئی امید نہ رہے، ایسے میں اچانک اس کی سواری اس کے سامنے آکھڑی ہو اور وہ اس کی نکیل پکڑ کر فرط مسرت سے یوں کہہ بیٹھے کہ اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب!! یعنی خوشی کی شدت سے وہ ایسا کہہ دے۔''

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بندے سے اس کی محبت کا عالم یہ ہے کہ وہ اسے توبہ کی بایں طور ترغیب دیتا ہے کہ اگر تم نے اقبال جرم کرلیا اور معافی مانگ لی تو ہم تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیں گے۔''اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا''(الفرقان:۷۰)''سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں، ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے، اللہ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے''۔اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہاں معاملہ صرف اللہ اور بندے کے درمیان ہوتا ہے۔تیسرا کوئی دیکھنے اور سننے والا نہیں ہوتا ہے۔اگر معاملہ حقوق العباد میں تقصیر کا ہے تب بھی معاملہ اس تیسرے شخص تک ہی رہتا ہے۔کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی ہے۔اور اللہ رب العزت بندے کی توبہ قبول کرکے اسے سرخرو فرمادیتا ہے۔ یہاں اعتراف جرم میں سعادت دارین مضمر ہے۔جب کہ آخرت میں اقرار جرم سب کے سامنے ذلت ورسوائی کا ذریعہ، اللہ کی رحمت سے دوری کا سبب اور جہنم میں جلنے کا شاخسانہ بھی ہے۔اعتراف یہاں بھی ہے اور اعتراف وہاں بھی ہے۔لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ وہاں چیخنے چلانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔جب کہ دنیوی زندگی میں اعتراف جرم اور توبہ واستغفار سے فائدہ ہی فائدہ ہے۔اس لیے عقل مندوں والا کام کرنا چاہئے۔کہ وہ عام لوگوں کے مقابلے میں پہلے ہی مصیبت سے نجات پانے کی فکر کرتا ہے۔

ہر چہ دانا کند ، کند ناداں
ولیکن ، بعد از خرابی بسیار

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

دعا ہم نے مانگی ہے دعا کی طرح!

مولانا خورشید عالم مدنی
پھلواری شریف، پٹنہ

دعا ایک ایسا خوبصورت عمل ہے، جس میں مانگنے والا اپنی پریشانیاں اللہ کے حوالے کر دیتا ہے اور اللہ تعالی جواب میں اپنی رحمتیں اس کی جھولی میں ڈال دیتا ہے۔ اس لیے دعا کو عبادت سمجھتے ہوئے صرف اللہ تعالی ہی سے کریں۔ یہ اللہ کا خالص حق ہے۔ اگر قبولیت دعا میں تاخیر ہوتی ہے تو یاس وقنوط کے شکار نہ ہوں اور تھک ہار کر دعا مانگنا نہ چھوڑیں، بلکہ اس یقین کے ساتھ مانگتے رہیں کہ ہماری دعائیں ضرور قبول کی جائیں گی۔ جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھلائی ہے "**ادعو الله و انتم موقنون بالاجابة**" (ترمذی:3479) یعنی" قبولیت کے یقین کے ساتھ اللہ سے طلب کرتے رہو" اور کہا جاتا ہے کہ جو شخص دروازہ کھٹکھٹا تا رہا تو قریب ہے کہ اس کے لیے دروازہ کھول دیا جائے۔

اللہ تعالی سے پورے عزم والحاح، یقین محکم، شوق ورغبت اور اپنی محتاجی وفقر کے اظہار کے ساتھ مانگیں۔ ایسا انداز اختیار نہ کریں کہ اللہ اگر تو چاہے تو مجھے معاف کر دے اور چاہے تو مجھ پر رحم فرما، اور اگر تو چاہے تو مجھے عطا کر۔ ہمارے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انداز دعا سے منع فرمایا ہے۔ صحیح مسلم (2679) کی روایت ہے "**لا يقل احدكم: اللهم اغفر لي ان شئت، اللهم ارحمني ان شئت، وليعزم في الدعاء فان الله لا مُكرِه له** "تم میں سے کوئی یہ نہ کہے اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے۔ یا اللہ! اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما، بلکہ دعا پورے عزم کے ساتھ مانگے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا"۔

ہم انسان اللہ کے بندے ہیں۔ اس کے محتاج وغلام ہیں۔ ہم پلک جھپکنے کے برابر بھی اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ اللہ ہمارا مالک اور معبود و پالنہار ہے اور غنی و حمید ہے۔ جیسا کہ وہ خود اعلان کر رہا ہے **يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ** (فاطر:15)" اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو، اللہ تو بڑا بے نیاز اور تمام تعریفوں کا مستحق ہے"۔

پھر ایسی صورت میں ہم کس کے در کا سوالی بنیں؟ کس کے سامنے اپنی ضرورت ومحتاجی کو پیش کریں؟ کس سے ہدایت کا سوال کریں؟ کس سے پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے روٹی مانگیں اور ننگے جسم کو چھپانے کے لئے کپڑا طلب کریں؟ وہ صرف اللہ کی ذات ہی ہے جو ہمیں عطا کرنے اور ہماری دینی ودنیوی مصالح کی تکمیل کے لئے ہمیں بلا رہا ہے۔ کاش اس ندائے الٰہی وربانی پر ہم کان دھرتے، دوڑ پڑتے اور لوٹ لیتے۔

حدیث قدسی ہے **يا عبادي كلكم ضال الا من هديته فاستهدوني اهدكم، يا عبادي كلكم جائع الا من اطعمته فاستطعموني اطعمكم، يا عبادي كلكم عار الا من كسوته فاستكسوني اكسكم** "(مسلم:2577)" میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوائے اس کے جسے میں ہدایت دوں۔ پس تم مجھ سے ہدایت طلب کرو، میں تمہیں ضرور ہدایت دوں گا۔ میرے بندو! تم میں سے ہر ایک بھوکا ہے سوائے اس کے جسے میں کھانا دوں۔ تم مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں ضرور کھانا دوں گا۔ میرے بندو! تم میں سے ہر ایک عریاں ہے سوائے اس کے جسے میں لباس پہناؤں۔ تم مجھ سے لباس طلب کرو میں تمہیں لباس دوں گا"۔

خیال رہے کہ جب ہمارے ہاتھ دعا کے لیے اٹھیں تو اس سے پہلے اپنے تمام گناہوں سے توبہ واستغفار کر لیں، کتاب زندگی کے ہر ورق کو نکھار لیں اور معصیت کے داغ دھبے کو مٹا دیں تاکہ آپ کی دعائیں بارگاہ الٰہی میں قبول ہو جائیں۔ اگر ہمارے اعمال سیاہ ہیں اور اللہ کے راستے کو گناہوں سے بھر دیا ہے، تو ہم قبولیت دعا کی امید کیسے رکھ سکتے ہیں اور اس کے سزاوار کیسے ہو سکتے ہیں! آداب دعا کے اس عظیم نکتہ کی طرف نوح علیہ السلام اور ہود علیہ السلام اپنی قوم کی رہنمائی فرما رہے ہیں۔

یہ نوح علیہ السلام ہیں جو پہلے اپنی امت کو توبہ واستغفار کی تاکید کرتے ہیں اور پھر اس کا فائدہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس سے دعائیں قبول ہوتی ہیں، بارش ہوگی، مال واولاد میں برکت ہوگی، باغات ملیں گے اور نہریں جاری ہو جائیں گی "**فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا** (نوح:10-12)" میں نے ان سے کہا کہ تم سب اپنے رب سے مغفرت طلب کرو، وہ بیشک بڑا مغفرت کرنے والا ہے۔ وہ آسمان سے تمہارے لئے موسلا دھار بارش بھیجے گا۔ تمہیں مال ودولت اور لڑکوں سے نوازے گا، تمہارے لئے باغات پیدا کرے گا اور تمہارے لئے نہریں نکالے گا"۔

اسی طرح ہود علیہ السلام اپنی قوم سے فرما رہے ہیں **وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ** (ہود:52)" اور اے میری قوم کے لوگو! تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر اس کی جناب میں توبہ کرو۔ وہ تمہارے لئے خوب بارش برسائے گا اور تمہیں مزید قوت دے گا۔ اور اللہ کی نگاہ میں مجرم بن کر اس کے دین سے روگردانی نہ کرو"۔

اور ایسا نہ ہو کہ ہم دست دعا صرف اس وقت دراز کریں جب ہم کسی مصیبت یا آفت ناگہانی اور تنگی میں مبتلا ہو جائیں، اور زندگی کے حسین لمحات میں اسے بند کر دیں۔ نہیں نہیں، بلکہ خوشی وغم، صحت وبیماری، فقر وغنا اور بہار ہو کہ خزاں تمام حالات

میں پوری مواظبت و مداومت کے ساتھ اللہ سے مانگتے رہیں، سوال کرتے رہیں اور اس کا بندہ بن کر زندگی گزارتے رہیں۔ جب اس انداز سے آپ کا تعلق مع اللہ ہوگا تو مصیبت کی گھڑیوں میں اللہ کو جب پکاریں گے تو آپ کی پکار سنی جائے گی، دعا اپنا رنگ دکھلائے گی اور تاثیر کے جلوے بکھیرے گی۔ اللہ تعالی نے ان مشرکوں کی مذمت کی ہے جو صرف مشکل اوقات اور سنکٹ کی گھڑی میں اللہ کو پکارتے تھے اور خوشی کے ایام میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کر لیتے تھے اور ان سے فریاد رسی کرتے تھے وَاِذَآ اَنۡعَمۡنَا عَلَى الۡاِنۡسَانِ اَعۡرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوۡ دُعَآءٍ عَرِيۡضٍ (فصلت:51)" اور جب ہم انسان کو اپنی نعمت سے نوازتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور اینٹھنے لگتا ہے۔ اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ لمبی چوڑی دعا کرنے لگتا ہے"۔

اور رسول گرامی فرماتے ہیں "تعرف الی اللہ فی الرخاء یعرفک فی الشدۃ" (ترمذی:2516)" تو خوشحالی میں اس کی طرف رجوع کر وہ تنگ دستی کے وقت تیری مدد فرمائے گا"۔

دیکھا نہیں اللہ تعالی نے بنو اسرائیل کے تین اشخاص کو جو بارش سے بچنے کے لئے غار میں داخل ہوگئے تھے۔ اور ایک بڑے پتھر نے غار کے منہ کو بند کر دیا تھا۔ ان کی دعاؤں کی وجہ سے مصیبت سے نجات دیا کیوں؟ اس لیے کہ وہ خوشحالی و آسودگی میں اور اپنی مامون و مشغول زندگی میں عمل کرنے والے تھے۔ والدین کے خدمت گزار، پاک طینت و پاکباز اور امانت دار تھے۔ اور ان تینوں نے اپنے نیک اعمال کے وسیلے سے دعائیں مانگیں، جو قبول کر لی گئیں۔

دعا کے اس انداز و آداب کے ساتھ اپنی ذات کے لیے، والدین کے لئے اور اولاد کے لئے دعا مانگیں۔ ساتھ ہی عام مسلمانوں کے لیے بھی دعائے خیر کریں۔ آپ کا مسلمان بھائی آپ کی دعا کا محتاج ہے اور اس کو آپ کی دعا سے فائدہ ہوگا۔ آپ کے پڑوس میں ایک شخص عرصہ دراز سے بتلائے مرض ہے، اس کی صحت و عافیت کی دعا کریں۔ اسی طرح ایسے مسلمان جو دنیا سے جا چکے ہیں وہ بھی آپ کی دعا کے محتاج ہیں۔ دعا کریں کہ اللہ ان کی لغزشوں اور گناہوں کو معاف کر دے۔ قرآن ہمیں یہی سکھلاتا ہے وَالَّذِيۡنَ جَآءُوۡ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَـنَا وَلِاِخۡوَانِنَا الَّذِيۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِيۡمَانِ وَلَا تَجۡعَلۡ فِىۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّكَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ (حشر:10)" اور (وہ مال) ان لوگوں کے لیے بھی ہے جو مہاجرین و انصار کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں معاف کر دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی معاف کر دے جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔ اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ پیدا کر۔ اے ہمارے رب! تو بیشک بڑی شفقت والا، بیحد رحم کرنے والا ہے"۔

ایسے مسلمان بھائی جو کسی ایسے ملک میں رہتے ہیں، جہاں دشمن ان پر مسلط ہے، جینا دوبھر کر دیا ہے، ان کی دولت لوٹ رہے ہیں، ان کے بچوں کو یتیم بنا رہے ہیں، وہ آپ کی دعاؤں کے محتاج ہیں۔ دعا کریں تا کہ ان کی مصیبت دور ہو جائے اور انہیں امن وسکون اور آزادی ملے۔ اللہ کے رسول ایسے موقع پر قنوت نازلہ پڑھتے اور مسلمانوں کی مدد کے لئے اور دشمنوں کی ہزیمت و ہلاکت کے دعائیں فرماتے۔ آپ نے ایک ماہ تک بڑی پرسوز دعا فرمائی "اللهم انج عياش بن ربيعة اللهم انج سلمة بن هشام اللهم انج الوليد بن الوليد اللهم انج المستضعفين من المؤمنين اللهم اشدد وطأتک على مضر اللهم اجعلها سنين كسني يوسف" (بخاری:3386) "اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے۔ اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے۔ اے اللہ! ولید بن الولید کو نجات دے۔ اے اللہ! تمام ضعیف اور کمزور مسلمانوں کو نجات دے۔ اے اللہ! قبیلہ مضر کو سخت گرفت میں پکڑ لے۔ اے اللہ! یوسف علیہ السلام کے زمانے جیسی قحط سالی ان (ظالموں) پر نازل فرما"۔

اسی طرح ہمارے وہ بھائی جو قحط سالی اور بھوک مری میں مبتلا ہیں یا کسی ارضی وسماوی حوادث کے شکار ہیں تو ایمانی تعلق اور اسلامی اخوت کا یہ تقاضہ ہے کہ ہم ان کے لیے دعا کریں۔ اللہ انکی مصیبت کو دور کر دے، انہیں غنی و خوشحال بنا دے۔ ارشاد باری ہے اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَةٌ'' "(حجرات:10)" بیشک مؤمنین آپس میں بھائی ہیں"۔

اگر ایک شخص نے آپ پر احسان کیا ہے تو آپ اسے شکریہ کہنے کے بجائے دعا دیں۔ یہ بہترین بدلہ اور قیمتی ہدیہ ہے۔ اسے بارک اللہ، احسن اللہ الیکم کہیں کہ اللہ آپ کو برکت دے، آپ پر احسان کرے۔

اس کی تعلیم ہمارے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ جب بھی آپ اپنے کسی ساتھی کے حسن عمل اور حسن گفتار سے خوش ہوئے تو آپ نے بہترین ہدیہ یعنی دعا سے نوازا۔ جنگ تبوک کے موقع پر جب راستے ہی میں کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا اور عثمان ذوالنورینؓ نے اشیاء خوردنی سے بھرپور چند اونٹ عنایت کئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی "اے اللہ! میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا اور صحابہ سے فرمایا عثمان کے لئے دعائیں کرو" اور جب مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر سے متعلق مشورہ کے موقع پر کہا "اے اللہ کے رسول! ہم وہ نہیں جو کہیں "فَاذۡهَبۡ اَنۡتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوۡنَ (مائدۃ:24)" تم اور تمہارا رب جائے، دونوں مل کر جنگ کرو۔ ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے"۔ ہم آپ کے آگے سے، آپ کے پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے لڑیں گے اور جب تک میری قوم کا ایک فرد زندہ رہے گا وہ آپ کی حمایت کرتا رہے گا تو فرط مسرت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چمک گیا اور آپ نے مقداد کو دعائیں دیں" اسی طرح سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مرنے کے بعد ان کا سر اپنے زانوئے مبارک پر رکھا اور دعا فرمائی "اے اللہ! سعد کی بڑی قربانیاں ہیں۔ اس نے تیرے نبی کی تصدیق کی اور اسلام کی خدمت کی۔ اس کے ساتھ تو ایسا معاملہ کر جو اپنے دوستوں کے ساتھ کرتا ہے۔ یہ وہ صحابی ہیں جن کے جنازہ کی نماز میں ستر ہزار فرشتے تھے۔ اللہ تعالی ہمیں حسن عمل کی توفیق دے اور ہماری دعاؤں کو شرف قبولیت بخشے۔

☆☆☆

یہ بیماری نہیں، بیماریوں کا علاج ہے

مولانا انصار زبیر محمدی
اسلامک فقہ کونسل آف انڈیا، ممبئی

قارئین کرام! اللہ مجھے اور آپ کو ہمیشہ اپنی امان میں رکھے، کرونا وائرس کی وبا اور لاک ڈاؤن کا مرحلہ اب اپنا سال مکمل کرنے کے قریب آچکا ہے جس سے سارے شعبہ ہائے زندگی متاثر ہوگئے، مگر سب سے زیادہ معاشی اور تعلیمی زندگی پر اس کی ضرب پڑی ہے۔ فاقہ کشی اور خودکشی کی تباہ کاری کے مناظر بھی نظر آئے، لوٹ مار اور چوری اور ڈکیتی تو ایک عام جرم سمجھا جانے لگا ہے۔ کچھ لوگ کرونا سے لڑنے کی بات کرر ہے ہیں، حالانکہ کرونا ایک عذاب الٰہی ہے اور اللہ کے عذاب سے کوئی قوم کبھی جنگ نہیں جیت سکی ہے، اور نہ قیامت تک جیت سکتی ہے، اللہ کا عذاب اللہ کی رحمت ہی سے ٹل سکتا ہے۔ اسی لئے بعض اہل علم نے کرونا کو بیماری کے بجائے علاج کہا ہے۔ سرکشی اور رب کی نافرمانی کی شکل میں زمین پر بیماری تو پہلے سے موجود ہے، اب احتیاطی تدابیر کے ساتھ توبہ واستغفار اور رجوع الی اللہ ہی سے ہمیں اس مصیبت سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔ کفر وشرک، بدعت وضلالت، لوٹ، کھسوٹ اور سود ورشوت کے دور عروج میں رزق حرام کے سارے اسباب انسان نے تلاش کر لئے ہیں، جن کی وجہ سے رحمت الٰہی ہم سے روٹھ گئی ہے۔

ابو ہریرۃؓ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزہ (چیز) ہی قبول فرماتا ہے، بلاشبہ اللہ نے مومنوں کو وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو حکم دیا ہے۔ چنانچہ پیغمبروں سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اے رسولو! تم پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔

اور عام مومنوں کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں کھاؤ۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام مال کھانے کی وعید بیان کرتے ہوئے فرمایا: ایک ایسا شخص جو لمبا سفر کررہا ہو، اس کے بال بکھرے ہوئے ہوں، بدن غبار میں اٹا ہو، اور وہ اسی حالت میں آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یارب یارب دعا کرتا ہو، حالانکہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کی غذا حرام، تو پھر اس کی دعا کیسے قبول کی جائے گی؟ (رواہ مسلم فی کتاب الزکاۃ: باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتہا رقم: ۱۰۱۵) یعنی اس کی دعا نہیں قبول کی جائے گی حدیث میں لفظ ''انی'' استعمال کیا گیا ہے جو استبعاد اور محال کے لئے ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ تمام عیوب سے پاک ہے، اسی طرح صدقہ کے لئے صرف پاک مال ہی قبول کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ.

'اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں، ان کا دامن ان باتوں سے پاک ہے جو وہ بکتے ہیں۔ (سورہ النور: ۲۶)

ایک اور جگہ پر ارشاد ہے: اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ (الفاطر: ۱۰) ''پاکیزہ باتیں اسی کی طرف چڑھ کر جاتی ہیں اور ایمان کے مطابق عمل ان کو اٹھاتا ہے'۔

اللہ تعالیٰ اعمال وصدقات اسی وقت قبول فرماتا ہے جب وہ تمام قسم کے نقائص وعیوب اور ریاکاری وحرام کی آمیزش سے پاک ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ (المائدہ: ۱۰۰) '' آپ ان سے کہیے کہ پاک اور ناپاک ایک جیسے نہیں ہوسکتے، خواہ ناپاک کی کثرت تمہیں بھلی معلوم ہو۔

اللہ تعالیٰ نے مومن کو طیب سے تشبیہ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ (النحل: ۳۲) جو پاک سیرت ہوتے ہیں فرشتے ان کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو کہتے ہیں تم پر سلام ہو۔

ابوعبداللہ الناجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: پانچ خصلتیں ایسی ہیں جن کے ذریعہ اعمال قبول کئے جاتے ہیں۔

(۱) اللہ عزوجل پر ایمان (۲) حق کی معرفت (۳) اور اللہ کے لئے اخلاص (۴) اور سنت پر عمل (۵) رزق حلال کا اہتمام

اگر ان میں سے کوئی ایک چیز بھی نہیں پائی گئی تو عمل نہیں قبول کیا جائے گا۔ اس لئے کہ اگر تم اللہ کو پہچان کر حق نہ پہچان پاؤ تو کوئی فائدہ نہیں، اسی طرح اگر حق مل جائے مگر اللہ کو نہ پہچان پاؤ تو کوئی فائدہ نہیں، اللہ کو پہچان جاؤ، حق بھی مل جائے مگر نیتوں میں خلوص نہ ہوتو وہ بھی بے کار ہے۔ اگر اللہ کی معرفت حاصل ہو، حق کی دولت میسر ہو، نیت بھی خالص ہو، لیکن سنت کی موافقت نہ ہوتو بھی وہ عمل فائدہ نہ دے گا، اگر یہ چاروں چیزیں پائی جائیں لیکن رزق حلال کا اہتمام نہ ہوتو بھی کوئی فائدہ نہیں۔

حرام مال سے دیا ہوا صدقہ قابل قبول نہیں، جیسا کہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بغیر طہارت کے صلاۃ نہیں قبول کرتا ہے، اور خیانت کے مال کا صدقہ نہیں قبول کرتا ہے۔ (اخرجہ مسلم: ۲۲۴)

اگر کوئی شخص چوری کرنے کے بعد اس میں سے صدقہ ادا کرے، یا رشوت، سود، غبن اور ہڑپ کئے ہوئے مال سے کسی دینی ادارے کی مدد کرے، یا کسی مسجد کی تعمیر کرے، یا اس کی تعمیر میں حصہ لے تو اس کا یہ صدقہ قابل قبول نہیں ہوگا۔ جیسا کہ مذکورہ حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔

اسی لئے اہل علم نے حرام کے صدقہ کی دو صورتیں مقرر کی ہے۔

پہلی صورت یہ ہے کہ خائن یا غاصب وغیرہ اس مال سے صدقہ کرے تو حدیث میں ایسے صدقہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ قابل قبول نہیں ہے، بلکہ دوسرے کے مال میں تصرف کرنے کی وجہ سے وہ گنہ گار ہوگا۔ اس کی وجہ سے اس کے مال کے مالک کو بھی اجر نہیں ملے گا اس لئے کہ اس نے صدقہ کی نیت نہیں کی تھی۔

زید بن اخنس الخزاعی نے ایک مرتبہ سعید بن مسیّب سے پوچھا کہ مجھے کوئی گری پڑی چیز ملے تو کیا میں اس مال کو صدقہ کردوں؟ سعید بن مسیّب نے جواب دیا کہ اس صدقہ پر نہ تمہیں اجر ملے گا نہ مال والے کو۔ اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ اعلان سے پہلے اگر یہ صدقہ کیا جائے تو قابل قبول نہیں ہے۔ اسی طرح اگر ذمہ دار یا کسی بھی ادارہ کا سرپرست اگر بیت المال کے پیسہ سے لوگوں کے منافع کی کوئی چیز بنائے یا مسجد یا مدرسہ کی تعمیر کرے تو اس کا یہ عمل بھی قابل گرفت ہوگا، اس پر اسے کوئی اجر نہیں ملے گا، ایسا اس وقت ہوگا جب وہ مسلمانوں کے بیت المال سے ان کی مرضی کے بغیر مال لے لے اور اسی میں سے خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے، اور کچھ کا کوئی دینی کام بھی کر جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ غصب اور غبن کرنے والا اعلان کے باوجود صاحب مال کو نہ پائے تو اسے چاہے تو اس مال کو اس کے ورثہ پر خرچ کرے۔ اکثر علماء کے نزدیک یہ صورت جائز ہے۔

ویسے اس سلسلے میں صحیح بات یہ ہے کہ رشوت، چوری یا غبن اور اس قسم کے مال کے مالک کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت مل جائے تو وہ اس مال کو صدقہ کردے، اس لئے کہ مال کا ضیاع شریعت میں جائز نہیں ہے۔ اور اس کا ثواب اس کے مالک کو آخرت میں ملے گا۔

مصیبت کی اس گھڑی میں اور ان نازک ایام میں ہمیں اپنے رب کو کثرت سے پکارنا چاہیے، ہمارا رب سننے اور قبول کرنے والا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین قسم کے لوگوں کی دعاؤں کی قبولیت میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہے۔

(۱) مظلوم کی دعا (۲) مسافر کی دعا (۳) اور والد کی اپنے بچے کے لئے بددعا (اخرجہ البخاری فی الادب المفرد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ واحمد وصححہ الالبانی)

بعض اسباب ایسے ہیں، جنہیں اختیار کرنے سے دعائیں جلدی قبول ہوتی ہیں، ان میں سے چند کا تذکرہ حسب ذیل ہے۔

(۱) لمبا سفر۔ مسافر کی دعا کی قبولیت کا سبب یہ ہے کہ جب وہ سفر کرتا ہے تو اجنبی ہوتا ہے، پریشان حال اور انتہائی عاجزی کے عالم میں ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسے عالم میں کی گئی دعا اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔

(۲) لباس میں گرد وغبار کے آثار اور عاجزی وانکساری بھی دعا کی قبولیت کا سبب ہے، حدیث میں وارد الفاظ "اشعث اغبر" سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کو اپنے لباس اور اپنی شکل کا نہیں بلکہ دعا کا اہتمام کرنا چاہیے۔

بعض لوگ بہت پراگندہ کپڑوں والے جو حقیر سمجھے جاتے ہیں کسی کے در تک جاتے ہیں تو دھکے دے کر نکال دیئے جاتے ہیں اللہ کے ہاں ایسے مقرب ہیں کہ اگر اللہ پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ ان کی قسم کو پوری کر دیتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب استسقاء میں نکلتے تو انتہائی خشوع اور عاجزی کی حالت میں نکلتے تھے۔

(۳) یقیناً اللہ تعالیٰ بہت لاج رکھنے والا اور کرم والا ہے جب کوئی آدمی اپنے دونوں ہاتھوں کو اس کے سامنے پھیلاتا ہے تو وہ شرم محسوس کرتا ہے کہ اس کو نامراد لوٹائے۔ (صحیح الجامع)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب استسقاء میں نکلتے تو دعا کے وقت اس قدر ہاتھ اٹھاتے کہ آپ کی بغل کی سفیدی ظاہر ہوجاتی۔ بدر کے دن جب ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی تو آپ کی چادر نیچے گر پڑی۔

(۴) اصرار: اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا ذکر اور اپنی عاجزی کا بیان کر کے اللہ سے مانگے تو دعا قبول ہوتی ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ اصرار کے ساتھ چار بار کہتا ہے یا رب یا رب! تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے میں حاضر ہوں، مانگ تجھے دیا جائے گا؟ (اخرجہ البزار)

خصوصاً دعا کے وقت ان الفاظ میں دعا کی جائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ جیسے یہ دعا:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرہ:۲۰۱) اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے، اور آخرت میں بھی اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ (البقرہ:۲۸۶) اے ہمارے رب! اگر ہم سے بھول چوک ہوجائے تو اس پر گرفت نہ کرنا! اے ہمارے رب ہم پر اتنا بھاری بوجھ نہ ڈال جتنا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا، اے ہمارے رب! جس بوجھ کو اٹھانے کی ہمیں طاقت نہیں وہ ہم پر نہ ڈال، ہم سے درگزر فرما۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا (آل عمران:۸) اے ہمارے رب! ہدایت کے بعد ہمارے دلوں کو کج نہ بنا۔

۵۔رزق حلال کا اہتمام کرنا۔

۶۔آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانا، اس لئے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مسنون ہے، جیسا کہ احادیث میں اس کا ذکر موجود ہے۔

مذکورہ آیات واحادیث کی روشنی میں فقہ اسلامی کے بہت سارے مسائل مستنبط ہوتے ہیں، جن میں سے چند کا تذکرہ حسب ذیل ہے۔

۱۔طیب اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

۲۔اللہ تعالیٰ تمام عیوب سے پاک ہے۔

۳۔اللہ تعالیٰ مخلوق سے بے نیاز ہے وہ صرف پاکیزہ چیزیں ہی پسند فرماتا ہے۔

۴۔رسولوں کا اتباع لازم ہے۔

۵۔انسان کو حلال روزی کا اہتمام کرنا چاہیے اور دوسروں کو اس پر ابھارنا چاہیے۔

۶۔بلا کسی مجبوری حلال اشیا ترک کر دینا ناپسندیدہ ہے۔

۷۔لوگوں کو ان کے معیار کے لحاظ سے تعلیم دی جائے گی، اور اسی لحاظ سے عمل کا حکم دیا جائے گا۔

۸۔مکر وفریب اور استہزا یہ پاکیزہ اوصاف نہیں ہیں۔

۹۔مسافر مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔

۱۰۔بندے کا اصل میزان تقویٰ ہے۔

۱۱۔سفر کی وجہ سے پراگندہ اور گرد آلود ہونا قبولیت دعا کا سبب ہے۔

۱۲۔دنیا میں زہد اختیار کرنا چاہیے۔

۱۳۔دعا صرف اللہ سے کرنی چاہیے، اولیاء اللہ اور بزرگوں کا واسطہ طلب کرنے کے لئے ان کی قبروں پر جانا شرک ہے۔

۱۴۔اللہ تعالیٰ عرش پر ہے۔

۱۵۔اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ پر ایمان لانا چاہیے۔

۱۶۔دعا میں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کا واسطہ طلب کرنا چاہیے۔

۱۷۔قبولیت کے یقین کے ساتھ دعا بار بار کرنی چاہیے۔

۱۸۔حرام کھانے سے بچنا چاہیے۔

۱۹۔حرام روزی دعا کی قبولیت سے محروم کر دیتی ہے۔

☆☆☆

تاریخ ردقادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاءالدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 25 جلدیں)

تاریخ اہل حدیث (1 تا 9 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔110006

فون: 011-23273407، فیکس: 011-23246613

حشر میں حساب وکتاب سے پہلے اپنا محاسبہ کرلیں

عربی سے ترجمہ: مولانا عبدالمنان شکراوی

کیا کسی دن تنہائی میں بیٹھ کر آپ نے اپنے نفس کا محاسبہ کیا کہ وہ کیسی کیسی باتیں اور کیسے کیسے کام کرتا رہتا ہے؟ جس طرح آپ اپنی اچھائیوں کو گنتے ہیں کیا آپ نے کسی دن اپنی برائیوں کو بھی شمار کرنے کی کوشش کی؟ بلکہ کیا آپ نے کسی دن اپنے ان اچھے کاموں کے سلسلے میں غور کیا جن کا ذکر کرکے آپ کا سینہ چوڑا ہوجاتا ہے لیکن ان میں سے اکثر میں تو دکھاوا، ریاونمود، شہرت طلبی اور ذاتی اغراض شامل تھے۔ آپ کو اس کے باوجود کیسے چین آجاتا ہے جبکہ آنے والے سفر کا راستہ تو اندیشوں اور خطروں سے بھرا پڑا ہے؟ آپ گناہوں، سیہ کاریوں اور بدکاریوں کو اللہ کے پاس لے کر کس منہ سے جائیں گے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يٰـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (الحشر:۱۹۔۱۸) ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ (بھال) لے کہ کل (قیامت) کے واسطے اس نے (اعمال کا) کیا (ذخیرہ) بھیجا ہے۔ اور (ہر) وقت اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔ اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہوجانا جنہوں نے اللہ (کے احکام) کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی انہیں اپنی جانوں سے غافل کر دیا۔''

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: حاسبوا انفسكم قبل ان تحاسبوا ، وزنوها قبل ان توزنوا فان أهون عليكم في الحساب غدا أن تحاسبوا أنفسكم اليوم وتزينوا للعرض الأكبر يومئذ تعرضون لاتخفى منكم خافية (اخرجه احمد في الزهد) ''اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے تم خود ہی اپنے نفسوں کا محاسبہ کرلو اور اپنے اعمال کا وزن کیے جانے سے پہلے ہی تم خود انہیں تول لو۔ آج اگر اپنے نفسوں کا محاسبہ کرلو گے تو کل حساب وکتاب کے دن تمہیں بڑی آسانی ہوجائے گی۔ سب سے بڑی پیشی کے لیے اپنے آپ کو اچھا بنالو، اس دن جب تم پیش کیے جاؤ گے تو کوئی بھی چیز تم سے پوشیدہ یا ڈھکی چھپی نہ رہے گی۔''

بندگی اور خشیت الٰہی: اللہ تعالیٰ نے اپنے فرماں بردار بندوں کی تعریف اس طرح فرمائی ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ (المؤمنون:۵۷۔۶۱) ترجمہ: ''یقیناً جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے ہیں۔ اور جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل کپکپاتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی ہیں جو جلدی جلدی بھلائیاں حاصل کر رہے ہیں اور یہی ہیں جو ان کی طرف دوڑ کر جانے والے ہیں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں، زنا کرتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے صدیق کی بیٹی! ایسا نہیں ہے۔ بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ رکھتے ہیں، اور نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ کرتے ہیں اور جنہیں ڈر لگا رہتا ہے کہ ان کے یہ اعمال قبول نہ ہوں گے۔ یہی لوگ بھلائی کے کاموں میں سبقت لے جاتے ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ، احمد)

میرے مسلمان بھائی! ہمارے اسلاف ایسے ہی تھے، وہ اطاعت وفرمانبرداری کے ذریعہ اللہ کا تقرب ونزدیکی حاصل کرتے تھے اور مختلف طریقوں سے اللہ کا تقرب حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے تھے، لغزشیں اور کوتاہیاں ہوجانے پر اپنا محاسبہ کرتے تھے، ساتھ ہی انہیں یہ ڈر بھی ستاتا رہتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے اعمال قبول ہی نہ ہوں۔

یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو بہت رویا کرتے تھے اور فرماتے تھے: ''روؤ اگر رونا نہیں آرہا ہے تو رونے جیسی شکل بنالو۔'' اور فرماتے: ''اللہ کی قسم! میری خواہش ہے کہ میں درخت ہوتا جسے کھالیا جاتا اور کاٹ دیا جاتا، پھر حساب وکتاب کا جھمیلا ہی نہ رہتا۔'' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حال تھا کہ آپ نے سورہ طور کی تلاوت کی اور جب آیت کریمہ: ان عذاب ربك لواقع۔ (یقیناً تیرے رب کا عذاب واقع ہوکر رہے گا۔) پر پہنچے تو رونے لگے اور بہت روئے یہاں تک کہ بیمار پڑ گئے اور لوگ ان کی عیادت کو آنے لگے۔ وہ جب بھی رات میں عبادت کرتے وقت اس آیت پر پہنچتے تو خوف میں مبتلا ہوجاتے اور کئی کئی دن گھر میں رہ جاتے کہ لوگ بیمار سمجھ کر مزاج پرسی کے لیے آنے لگتے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ رونے کی وجہ سے آنسوؤں سے حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کے گالوں پر دو سیاہ لکیریں بن گئی تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے ایک بار کہا: ''اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ شہر آباد کرائے اور دنیا کے ایک بڑے خطے کو فتح کرایا، آپ پھر بھی اتنا ڈرتے ہیں۔ تو فرماتے: ''میں تو بس اتنا چاہتا ہوں کہ نجات ہو جائے، نہ ثواب ملے اور نہ ہی سزا کا حقدار بنوں۔''

حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کو لے لیجیے وہ جب قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو رونے لگ جاتے یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھی تر ہو جاتی۔ اور فرماتے: ''اگر مجھے جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کر دیا جائے گا تو پتہ نہیں کس میں ڈالے جانے کا حکم دیا جائے گا۔ مجھے تو پسند ہے کہ انجام تک پہنچنے سے پہلے ہی مجھے راکھ بنا دیا جائے۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حال بھی کچھ مختلف نہ تھا، وہ بہت روتے تھے اور اپنے نفس کے محاسبے سے بہت خوف کھاتے تھے۔ اور دو چیزوں سے وہ خاص طور پر ڈرتے تھے۔ ایک لمبی لمبی آرزوؤں سے، دوسرے نفسانی خواہشات کی پیروی سے۔ فرماتے تھے: ''لمبی آرزو سے اس لیے کہ وہ آخرت کو بھلا دیتی ہے اور نفسانی خواہشات سے اس لیے کہ وہ حق کو قبول کرنے میں رکاوٹ بنتی ہیں۔''

دل کے اندر ہی اللہ کا واعظ موجود ہے: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صراط مستقیم (سیدھے راستے) کی اللہ تعالیٰ نے مثال بیان کی ہے کہ ایک سیدھا راستہ ہے، اس کے دونوں جانب دو دیواریں ہیں، جن میں کچھ دروازے کھلے ہوئے ہیں اور دروازوں پر پردے لٹکے ہوئے ہیں۔ راستے کے سرے پر ایک پکارنے والا پکارتا رہتا ہے کہ اے لوگو! تم سب راستے پر سیدھے سیدھے چلو، ٹیڑھے مت ہوؤ۔ جب تم میں سے کوئی ان دروازوں میں سے کوئی دروازہ کھولنا چاہتا ہے تو راستے کے اوپر پکارنے والا پکارتا ہے۔ تیرے لیے ہلاکت ہے، اسے مت کھول۔ کیونکہ اگر اسے کھولو گے تو تم اس میں داخل ہو جاؤ گے۔ راستے سے مراد، اسلام، پردوں سے مراد اللہ کی حدیں، کھلے ہوئے دروازوں سے مراد اللہ کی حرام کردہ چیزیں اور اوپر سے پکارنے والے کا مطلب، اللہ کی طرف سے نصیحت کرنے والا ہے جو ہر مسلمان کے دل میں بحیثیت واعظ موجود ہے۔ (احمد، حاکم)

لہٰذا اے مسلمان بھائی! تو اللہ کے واعظ کی بات کیوں نہیں مانتا جو تیرے دل میں موجود ہے؟ تو اللہ کی قائم کردہ حدوں اور اس کی حرام کردہ باتوں کی رعایت کیوں نہیں کرتا؟ اور اس طرح تو اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن سے بدلہ کیوں نہیں لے لیتا؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (فاطر:٦) ترجمہ: بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے، اسے تم بھی دشمن ہی مانو۔ وہ اپنے (پیروؤں کے) گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ دونوں دوزخ والوں میں ہوں۔''

خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہر بندے کے چہرے پر دو آنکھیں ہیں جن سے وہ دنیاوی چیزوں کو دیکھتا ہے اور دو آنکھیں اس کے دل میں ہوتی ہیں جن سے وہ آخرت کے معاملات کو دیکھتا ہے تو جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل کی آنکھوں کو کھول دیتا ہے اور وہ ان کے ذریعے ان غیبی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ پھر انہوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی: اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (محمد:٢٤) ترجمہ: کیا وہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں؟''

نفس کے محاسبے سے متعلق سلف کے اقوال:

ا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض عاملین کو لکھا: ''سختی کے حساب یعنی میدان محشر کے حساب سے پہلے آسانی کی حالت یعنی دنیا ہی میں اپنے نفس کا محاسبہ کر لو۔ کیونکہ جس نے بھی سخت حساب سے پہلے، آسانی کے ایام میں اپنے نفس کا محاسبہ کر لیا، اسے رب کی خوشنودی حاصل ہوگی اور اس کا معاملہ قابل رشک ہو جائے گا۔ اور جسے زندگی نے غافل اور اس کی خواہشات نے مشغول رکھا، تو اسے ندامت و شرمندگی اور نقصان و خسارے کا سامنا کرنا پڑے گا۔''

۲۔ حضرت حسن رحمہ اللہ کا قول ہے: ''مرد مومن (ہر ہر لحہ) اپنا محاسبہ کرتا رہتا ہے۔ اور پوچھتا رہتا ہے کہ تو کیا کرنا چاہتا ہے؟ تو کیا کھاتا ہے؟ تو کیا پیتا ہے؟ جبکہ نافرمان شخص بے فکر چلتا رہتا ہے اور اپنے آپ کا محاسبہ نہیں کرتا۔''

۳۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ، اللہ کے فرمان: وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (الکھف:٢٨) (اور اس کا معاملہ حد سے بڑھا ہوا ہے۔) کے بارے میں فرماتے ہیں: اس نے اپنے آپ کو برباد کر لیا اور دھوکے میں ڈال دیا اس کے باوجود تم اسے دیکھتے ہو کہ وہ دنیا کی حفاظت کے لیے دین کو برباد کر لیتا ہے۔''

۴۔ حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بندہ ہمیشہ بھلائی میں رہتا ہے جب تک کہ اس کا اندرون اسے نصیحت کرتا رہے اور اس سے اس کا مقصد نفس کا محاسبہ ہو۔''

۵۔ میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بندہ اس وقت تک پرہیزگار نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے نفس کا محاسبہ اس سے بھی سخت نہ کرے جیسا ساجھی یا پارٹنر اپنے ساجھی کا کرتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے: نفس بہت بڑے خیانت کرنے والے ساجھی کی طرح ہوتا ہے اگر تم اس سے حساب و کتاب نہیں لیتے رہو گے تو وہ تمہارا سارا

مال برباد کرڈالے گا۔

۶۔امام احمد رحمہ اللہ نے وھب رحمہ اللہ سے ذکر کیا ہے: آل داؤد کی حکمت ودانائی کی باتوں میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ ایک عقلمند انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ چار گھڑیوں سے کبھی بھی غافل نہ ہو۔ایک گھڑی جس میں وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔دوسری وہ گھڑی جس میں وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے۔تیسری وہ گھڑی جب وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے جب وہ اسے اس کے عیبوں کی خبر دیتے ہیں اور اس کے بارے میں سچی بات کہتے ہیں۔ چوتھی وہ گھڑی جس میں وہ اپنے نفس اور اس کی لذتوں ورعنائیوں کے بیچ تنہائی میں رہتا ہے۔یہ گھڑی ان تمام گھڑیوں کے لیے معاون اور دل کو بہلانے والی ہوتی ہے۔

۷۔احنف بن قیس رحمہ اللہ چراغ کے پاس آتے اور اپنی انگلی اس کی لو پر رکھتے اور کہتے: اے حنیف! بتا فلاں دن تو نے جو کچھ کیا اس پر تجھے کس چیز نے ابھارا؟

۸۔حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں؛ مومن اپنے نفس پر حاکم ہے، اللہ کے لیے وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے۔قیامت کے دن ان لوگوں کا حساب آسان ہوگا جنہوں نے دنیا میں اپنا محاسبہ کیا ہوگا، اس کے برخلاف جنہوں نے محاسبہ نہیں کیا ہوگا، ان کے لیے مشکل پیش آئے گی۔مومن کے سامنے اچانک کوئی چیز آجاتی ہے جسے وہ پسند بھی کرتا ہے لیکن وہ کہتا ہے: اللہ کی قسم مجھے تیری خواہش ہے اور تو میری ضرورت بھی ہے لیکن اللہ کی قسم میرا تیرا کوئی رشتہ نہیں۔افسوس صد افسوس! میرے اور تیرے درمیان آڑ ہے۔اگر اس سے کچھ سرزد ہو بھی گیا تو وہ اپنے نفس سے رجوع کرتا ہے اور کہتا ہے: میرا یہ ارادہ نہیں تھا۔میرا اس سے کیا تعلق؟ آئندہ کبھی اس کے پاس بھی نہیں پھٹکوں گا۔مومن وہ لوگ ہیں جنہیں قرآن نے روک کر رکھا ہے اور وہ ان کے اور ان کی بربادی کے درمیان حائل ہو گیا ہے۔بیشک مومن دنیا میں قیدی ہے جو اپنی گردن چھڑانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔اسے اللہ سے ملاقات تک کسی پر بھی اطمینان نہیں ہے۔اسے معلوم ہے کہ اس کے کان، آنکھ، زبان اور تمام اعضاء وجوارح کی پکڑ ہوگی۔

۹۔ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے تیس صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پایا۔انہیں اپنے اوپر نفاق کا ڈر لگا رہتا تھا۔ان میں سے کوئی بھی یہ نہ کہتا تھا کہ اس کا ایمان جبریل اور میکائیل جیسا ہے۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ انتہائی تعجب کی بات ہے کہ ناقدین یعنی اپنے اعمال پر نظر رکھنے والے اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان کے مال میں کوئی ردی مال شامل نہ ہو جائے حالانکہ ملاوٹ کرنے والے بڑے اطمینان سے رہتے ہیں۔ انہیں کوئی فکر نہیں رہتی کہ ہم کتنے غلط کام کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اپنی زبان پکڑ کر کہتے: ''اسی نے مجھے مصیبت میں ڈالا ہے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ''اے حذیفہ! کیا میں بھی ان میں سے یعنی منافقوں میں سے ہوں؟''

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات کا جو شخص مطالعہ کرے گا تو دیکھے گا کہ وہ (اللہ کی رحمت کے) انتہائی امیدوار ہونے کے ساتھ ہی ساتھ (اللہ کے عذاب سے بھی) انتہائی ڈر وخوف میں بھی مبتلا رہتے تھے۔جبکہ ہم کوتاہیاں بھی کرتے ہیں پھر بھی پرسکون رہتے ہیں۔'' یہ اس زمانے کی بات ہے جب امام ابن القیم زندہ تھے آج ہم اپنے اور اپنے زمانے کے بارے میں کیا کہیں گے؟

دوستو! اپنے اوقات کو ضائع نہ کرو۔فرصت کے لمحات کو غنیمت جانو۔کیونکہ وہ ہی اصل سرمایہ ہیں۔جب تک تمہیں اپنے اصل سرمایے پر کنٹرول رہے گا، منافع کمانے کی قدرت حاصل رہے گی۔آج آخرت کی تجارت بڑی سستی ہے لہٰذا سستے میں آخرت کے لیے سامان تیار کر لو۔ایک دن ایسا آئے گا جب اس سامان کی کوئی حیثیت نہ رہ جائے گی لہٰذا اس میں سے اس دن کے لیے زیادہ سے زیادہ جمع کر لو۔اگر تم نے اس کو آخرت کی بھلائی کے لیے استعمال نہیں کیا اور یہ یہیں رہ گیا تو یہ اس دن کچھ کام نہ آئے گا اور تمہارے لیے بے کار ہی رہے گا۔

محاسبۂ نفس کے معاون ذرائع: بعض ذرائع ہیں جو انسان کو اپنے نفس کا محاسبہ کرنے میں مدد اور اسے اس کے لیے آسان کر دیتے ہیں:

۱۔اس بات کی معرفت محاسبہ نفس میں بڑی مددگار ثابت ہوتی ہے کہ اگر آج وہ اپنے نفس کے محاسبے کی کوشش کرے گا تو کل اس کے لیے آسانی رہے گی۔جبکہ اگر آج اس سلسلے میں لاپرواہی برتے گا تو کل اس کا حساب بڑا سخت ہونے والا ہے۔

۲۔نفس کے محاسبہ میں اس بات کی جانکاری بھی بڑی مفید ثابت ہوتی ہے کہ نفس کے محاسبہ اور اس کی نگرانی کا صلہ جنۃ الفردوس، رب کا دیدار، انبیاء ونیکوکاروں اور اصحاب فضل وکمال کا قرب اسے حاصل ہوگا۔

۳۔یہ بات بھی بڑی مفید ہے کہ نفس کا محاسبہ نہ کیا جائے تو ہلاکت وبربادی، دوزخ کا دخول، رب کے دیدار سے محرومی اور کافروں وگمراہوں اور گندے لوگوں کی صحبت حصے میں آئے گی۔

۴۔اچھے لوگ جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہیں اور اپنے عیوب سے واقف رہتے ہیں ان کی صحبت اختیار کرنا اور ان کے علاوہ جو لوگ ہیں ان کی صحبت سے دور رہنا بھی نفس کے محاسبہ میں معاون ہوتا ہے۔

۵۔ہمارے سلف صالحین جواپنے نفسوں کا محاسبہ کرتے تھےاور نفس کی سرگرمیوں وکارستانیوں پر پوری نظر رکھتے تھےان کے حالات سے واقفیت بھی نفس کے محاسبے کے سلسلے میں بڑی مددگارثابت ہوتی ہے۔

۶۔قبروں کی زیارت اور مردے جونہ اپنا محاسبہ کرسکتے ہیں اور نہ ہی اپنی غلطیوں کی اصلاح کرسکتے ہیں ان کے حالات پرغوروفکرکرنا بھی اس سلسلے میں مفید ہوتا ہے۔

۷۔علمی مجلسوں اور وعظ ونصیحت کی محفلوں میں حاضری وشرکت بھی نفس کے محاسبے کی دعوت دیتی ہے۔

۸۔تہجدگزاری،قرآن کریم کی تلاوت اور دیگر اطاعت وفرماں برداری کے کام بھی محاسبۂ نفس میں بہت مفید ثابت ہوتے ہیں۔

۹۔لہوولعب غفلت کی جگہیں جو انسان کومحاسبۂ نفس سے غافل کردیتی ہیں ان سے دوررہنا بھی مفید ہوتا ہے۔

۱۰۔اللہ تعالی کا ذکراور اس سے محاسبہ ومراقبہ اور ہر بھلائی کے کام کی توفیق کی دعا بھی معاون ہوتی ہے۔

۱۱۔نفس کے سلسلے میں زیادہ حسن ظن کا بھی شکارنہیں ہونا چاہیے کیونکہ اگرانسان اس کے سلسلے میں حسن ظن رکھے گا تونفس کے محاسبے ہی سے غافل ہوجائے گا اور برائی کو بھی اچھائی سمجھنے لگے گا اور برائی برائی نہ لگے گی۔

ایک مومن ومسلمان کے لیے یہ لازمی وضروری ہے کہ وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھے اوراپنے نفس کے محاسبہ سے ہرگز غافل وبے خبر نہ رہے،نفس کی حرکات وسکنات پر قدغن لگاتا رہے کیونکہ انسان کی عمرعزیز کی ہر سانس قیمتی سرمایہ ہے جس کے عوض ایسا پائیدار خزانہ خریدلیا جائے جس کی نعمتیں ہمیشہ ہمیش باقی رہیں گی۔ان قیمتی سانسوں کا ضیاع یاان کوایسے کام میں لگانا جو ہلاکت وبربادی کا سبب بنے بہت بڑاٹوٹا وخسارہ ہے جیسے کوئی بہت بڑا بیوقوف یاانتہائی جاہل ونادان انسان ہی انجام دے سکتا ہے۔اس کا خطرناک نتیجہ اس دن سامنے آئے گا جس دن کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:**یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضرا وماعملت من سوء تود لو ان بینها وبینه امدا بعیدا۔** (آل عمران:۳۰)

ترجمہ:''جس دن ہرنفس(شخص) اپنی کی ہوئی نیکیوں کواوراپنی کی ہوئی برائیوں کو موجود پالے گا،آرزوکرے گا کہ کاش!اس کے اور برائیوں کے درمیان بہت ہی دوری ہوتی۔''

حضرات!ابن الصمہ کے بارے میں ہے کہ وہ واقعی ان لوگوں میں سے تھے جواپنے نفس کا محاسبہ بخوبی کرتے تھے،انہوں نے ایک دن اپنی عمر کا حساب لگایا تو دیکھا کہ وہ تو ساٹھ سال کے ہوگئے ہیں پھردنوں کو گنا تو دیکھا کہ ساڑھے اکیس ہزار دن ہورہے ہیں،اگرہردن ایک گناہ بھی کیا تو یہ تو گناہوں کی بہت بڑی تعداد بنتی ہے،یہ سوچ کران کی چیخ نکل گئی اور بیہوش ہوکرگرپڑے۔لوگوں نے غورسے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان کی روح پرواز کرچکی ہے۔یہ دیکھ کرکوئی پکارنے والا پکاررہا تھا۔زہے نصیب!تم نے ایسی چھلانگ لگائی کہ جنت ہی میں پہنچ گئے۔

نفس کے محاسبے کی کیفیت:امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ نفس کا محاسبہ اس طرح ہوتا ہے:(۱) فرائض کی ادائیگی سے شروعات کی جائے۔اگراس میں کچھ نقص نظر آئے تو اس کو درست کیا جائے۔(۲)جن باتوں کی شریعت میں ممانعت ہے ان سے باز آیا جائے اوراگر کچھ منہیات کا ارتکاب کیا ہے تو ان سے توبہ واستغفار کرے ساتھ ہی ایسے نیک اعمال کرے جو ان گناہوں کا کفارہ بن سکیں۔(۳)اگرذکراللہ سے غفلت برتی ہے تو کثرت سے اللہ کا ذکر واذکار اور اسی سے لولگا کراس کا تدارک کرے۔(۴)اعضاء وجوارح،زبان،پیر،ہاتھ،آنکھ،کان سے جو کچھ بھی اعمال کیے ہیں ان سب کا محاسبہ کرے کہ یہ سب اس نے کیا سوچ کرکیا،کس کے لیے کیا اور کس طرح اسے انجام دیا؟

محاسبۂ نفس کے فائدے:نفس کے محاسبے کے بہت سارے فائدے ہیں:(۱)نفس کے عیبوں سے واقفیت ہوجاتی ہے۔اوراس طرح گناہوں اورغلطیوں کا ازالہ ممکن ہوجاتا ہے۔(۲)اگرموقع ملا ہے تو توبہ کی جاسکتی ہے اوراعمال بد پرندامت وشرمندگی کرکے رب کو راضی کیا جاسکتا ہے۔(۳)اللہ کے حق میں اگر کوئی کوتاہی ہوئی ہے تو انسان کواس کی معرفت حاصل ہوجاتی ہے اور پھر وہ اس سے باز آسکتا ہے۔(۴)محاسبۂ نفس سے بندے کو رب کے سامنے عاجزی وانکساری کا موقعہ ملتا ہے۔(۵)محاسبۂ نفس سے اس بات کی معرفت بھی حاصل ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کس قدرعفوودرگزر کا معاملہ فرماتا ہے کہ وہ گنہگاروں کوفورا سزانہیں دیتا بلکہ مہلت دیتا ہے۔بندہ جب اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے تو اسے اس پر ناراضگی اوراس کو نیچا دکھانے کا موقعہ ملتا ہے اسی طرح اس کے اندر جوخودپسندی کا روگ لگ گیا تھا اس سے نجات پالیتا ہے۔(۷)اطاعت وفرمانبرداری بجالانے اورنافرمانی کو خیرباد کہنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ آئندہ یہ کیفیت پیدانہ ہو۔(۸)محاسبۂ نفس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے حقوق کی ادائیگی اوراچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنے میں مدد ملے گی جو کہ اس کا سب سے بڑا فائدہ ہے۔

عمر کی ٹرین:میرے مسلمان بھائیو!حضرت فضیل رحمہ اللہ سے کسی نے سوال کیا:تمہاری کتنی عمر ہوگئی ہے؟ بتایا:ساٹھ سال۔پھرکہا:تم ساٹھ سال سے اپنے رب کی جانب چل رہے ہواورعنقریب پہنچ ہی جاؤگے۔

حضرت ابوالدرداء نے عمر کے بارے میں فرمایا:دنوں کے علاوہ تمہاری کوئی

حیثیت نہیں ہے۔ جب تمہاری عمر کا ایک دن چلا جاتا ہے تو تمہاری عمر کا بعض حصہ ختم ہوجاتا ہے۔اے بیس سال کی عمر والو! کتنے تمہارے ساتھ کے گزر گئے اور کتنے بچ رہے؟اوراے تیس سال کی عمر والو! بہت زیادہ دن نہیں ہوئے کہ تم جوان ہوئے،تمہیں کسی بات کا ملال نہیں ہے۔اوراے چالیس سال کی عمر والو! بچپن گیا اور تم کھیل کود میں لگے رہے۔اوراے پچاس سال کی عمر والو! تم نے سوکی نصف گنتی پوری کر لی لیکن انصاف سے کام نہیں لیا۔اوراے ساٹھ سال کی عمر والو!تم موت کی دہلیز پر کھڑے ہو۔کیا اب بھی کھیل کود سے من نہیں بھرا،تم کس قدر زیادتی کر رہے ہو؟

صحیح بخاری میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’جو ساٹھ سال کی عمر پا گیا اس کے پاس عذر کا کوئی موقع نہیں بچا۔‘‘

میرے پیارے بھائی! تو نے کتنی ہی نمازیں ضائع کیں؟ کتنے ہی جمعے سستی وکاہلی سے چھوڑ دیے؟ تو نے کتنے ہی روزے چھوڑے؟ زکاۃ کی ادائیگی میں بھی کس قدر بخیلی سے کام لیا؟ کتنے ہی حج فوت ہوگیے؟ کتنے ہی بھلائی کے کاموں میں سستی وکاہلی برتی؟ کتنی ہی برائیاں تیرے سامنے ہوئیں لیکن تو خاموش رہا؟ کتنی ہی حرام نگاہوں کا تو نے ارتکاب کیا؟ کتنی ہی فاحشاؤں سے تو ہمکلام ہوا؟ کتنی بار تو نے اپنے ماں باپ کو ناراض کیا اور انہیں راضی نہیں کر سکا؟ کتنے ہی کمزوروں پر تو نے سنگدلی کی اور رحم نہیں کھایا؟ کتنے ہی لوگوں پر تو نے ظلم وزیادتی کی؟ تو نے کتنے ہی لوگوں کا مال ہڑپ لیا؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ مفلس کسے کہتے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: ہمارے درمیان مفلس اسے کہتے ہیں جس کے پاس درہم (روپیہ) اور اسباب نہ ہو۔آپ نے فرمایا: قیامت کے دن میری امت میں مفلس وہ ہوگا جو نماز، روزہ، زکاۃ کے ساتھ اس حال میں آئے گا کہ اس نے ایک کو گالی دی ہوگی، دوسرے کو بدکاری کی تہمت لگائی ہوگی، تیسرے کا مال کھالیا ہوگا، چوتھے کا خون بہایا ہوگا اور پانچویں کو مارا ہوگا، پھر ان لوگوں کو (یعنی جن کو دنیا میں ستایا ہوگا) اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی۔اور جو اس کی نیکیاں اس کے گناہ ادا ہونے سے پہلے ختم ہوجائیں گی تو ان لوگوں کی برائیاں اس پر ڈالی جائیں گی، آخر وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔(مسلم)

ہم بہت خوش ہوتے ہیں کہ دن گزر گئے، حالانکہ ہر گزرنے والا دن موت سے قریب کر رہا ہے،لہٰذا موت سے پہلے پہلے اپنے لیے اچھے اعمال کرلیں کیونکہ نفع ونقصان کا دارومدار عمل ہی پر ہے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حشر کے حساب وکتاب سے پہلے اپنا محاسبہ کرنے کی توفیق بخشے۔آمین

☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱)وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲)وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کر سکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ’’جریدہ ترجمان‘‘(اُردو)، ماہنامہ ’’اصلاح سماج‘‘(ہندی)، نیز ماہنامہ ’’دی سمپل ٹروتھ‘‘(انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

کلمۂ توحید کے فضائل

مولانا آصف تنویر تیمی
جامعہ امام ابن تیمیہ، بہار

کلمہ توحید، اسلام کا وہ نغمہ ہے جس کو پڑھ کر آدمی مسلمان ہوتا ہے۔اسی کلمہ کے ذریعہ کفر اور اسلام کا فرق واضح ہوتا ہے،حق اور باطل کے درمیان تمیز ہوتی ہے۔اس کلمہ میں اس بات کا برملا اعلان ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔اسی کلمہ کے مفاد اور تقاضے پر اسلام کی پوری عمارت قائم ہے۔جس کی زندگی میں یہ کلمہ اور اس پر عمل نہیں اس کی زندگی بے کار اور امن وسکون سے خالی ہے۔امن عالم صرف توحید خالص کے اپنانے میں مضمر ہے۔

کلمہ توحید کے بے شمار فضائل کتاب وسنت میں موجود ہیں۔ذیل کے سطور میں چند اہم فضائل لکھے جاتے ہیں تاکہ قارئین پڑھ کر توحید کے ثمرات وفوائد پر سنجیدگی سے غور کریں اور دوسروں کو بھی اس نعمت سے بہرہ ور کرنے کی مبارک سعی کریں،اس لئے کہ کھانے پینے سے کہیں زیادہ انسان کے لئے توحید کی ضرورت ہے،خوراک کی کمی سے انسان سے صرف دنیا جاتی ہے جب کہ توحید کی محرومی سے دنیا وآخرت دونوں تباہ ہوجاتی ہے۔اس لئے توحید کی حفاظت وصیانت اور اس کے لئے انتھک کوشش نہایت ضروری ہے۔جس دور میں ہم لوگ جی رہے ہیں اس دور میں مسلمانوں میں عقیدہ کی خرابی اعمال کی خرابی اور کوتاہی سے کہیں زیادہ ہے۔لوگ نماز تو پڑھتے ہیں،روزہ تو رکھتے ہیں،حج کو بھی چلے جاتے ہیں،زکات بھی ادا کردیتے ہیں مگر غیر اللہ کے تعلق سے باہر نہیں نکل پاتے،کلمہ توحید کے معنی اور مطلب کو ٹھیک سے نہیں سمجھتے جس کی وجہ سے وہ شرک میں گرفتار ہوجاتے ہیں،اپنے جیسے زندہ اور مردہ لوگوں سے مرادیں مانگتے ہیں،غیر اللہ کی سفارش کی امید پر ساری زندگی کو بدعملی میں گزاردیتے ہیں۔حالانکہ کوئی پیر اور مرشد بروز قیامت بلا اللہ کی اجازت کے سفارش کرنے کا اہل نہیں ہوگا اور سفارش ہوگی تو بھی صرف اہل توحید کے لئے مشرک اس نعمت سے محروم رہے گا۔اس حقیقت کے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے بے شمار لوگ قبروں کے مجاور بنے ہوئے ہیں،اور قبر پر زائرین کی بھیڑ لگی ہوئی ہے،قرآنی آیات کی روشنی میں مانگنے والا اور جس سے مانگا جارہا ہے دونوں ناتواں ہیں،کوئی کسی کو ذرہ برابر فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

1-کلمہ توحید ہی کلمہ تقوی ہے:عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے کلمہ توحید کو کلمہ تقوی سے تعبیر کیا ہے۔گویا جو کلمہ توحید پر عمل کرتا ہے وہی متقی اور حقیقی معنوں میں اللہ سے ڈرنے والا ہے،اور جو کلمہ توحید پر عمل پیرا نہیں وہ متقی اور پرہیزگار نہیں ہے۔

2-کلمہ توحید ہی کلمہ اخلاص ہے:یہی دراصل حق کی گواہی،حق کی دعوت،شرک سے بیزاری اور اسی کی وجہ سے ہی مخلوقات کا وجود ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا:"میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں"(الذاریات:56)۔

3-توحید ہی کی خاطر رسولوں کی بعثت اور آسمانی کتابوں کا نزول ہوا*:اللہ تعالی نے فرمایا:"تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو"(الانبیاء:25)۔دوسرے مقام پر اللہ تعالی نے فرمایا:"وہی فرشتوں کو اپنی وحی دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے کہ تم لوگوں کو آگاہ کردو کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں،پس تم مجھ سے ڈرو"(النحل:2)۔اس آیت کریمہ سے متعلق ابن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:بندوں پر اللہ کا سب سے عظیم احسان وانعام یہ ہے کہ اس نے بندوں کو لا الہ الا اللہ کے بارے میں بتلایا۔جنتیوں کے لئے لا الہ الا اللہ کی وہی اہمیت ہے جو اہل دنیا کے لئے ٹھنڈے پانی کی ہے۔اسی توحید کی وجہ سے جنت اور جہنم تیار کی گئی ہے۔جس کی موت اس کلمہ پر ہوتی ہے وہ جنتی ہے اور جس نے اس کلمہ کو ٹھکرادیا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

4-کلمہ توحید کے اعلا ہی لئے جنگیں ہوئیں:آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے پیش نظر اس کلمہ کے قائل کا مال،اس کا خون محفوظ ہوجاتا ہے،اور جس نے اس کلمہ کا انکار کیا اس کا مال وخون مباح ہے،اس کی کوئی حیثیت اور قدر وقیمت نہیں۔کسی کافر کے بدلے کسی مسلمان کو قتل نہیں کیا جاسکتا۔

5-رسولوں کی دعوت کا محور ومرکز*:اللہ تعالی نے اس کرہ ارض پر جتنے بھی رسولوں کو بھیجا سب نے کلمہ توحید ہی سے اپنی دعوت کا آغاز کیا۔

عیاض انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"لا الہ الا اللہ کلمہ حق ہے،اس کی بڑی عظمت اللہ کے نزدیک ہے،جو اس کلمہ میں مخلص ہوگا جنت میں داخل ہوگا اور جو اس میں جھوٹا ہوگا اس کا مال اور اس کی جان حلال ہے،آخرت میں اللہ ایسے جھوٹے کا سخت محاسبہ کرے گا"۔(رواہ ابو داؤد،فی الجنائز،حدیث ضعیف)

(بقیہ صفحہ۲۲پر)

گاؤں محلّہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجیے
اور مکاتب میں تجوید وتعلیم قرآن کریم کا اہتمام کیجئے!

حضرات! قرآن کریم بنونوع انسان وجنان کے نام اللہ رب العالمین کا آخری پیغام ہے۔ جو نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا، جو ہدایت کا سرچشمہ، عبرت وموعظت کا ذریعہ اور دین وشریعت اور توحید ورسالت کا اولین مرجع ومصدر ہے، جس کا حرف حرف علم وعرفان اور حکمت وموعظمت کے موتیوں سے لبریز ہے، جس کی تعلیم وتعلم اور تلاوت باعث ثواب اور جس پر عمل فوز وفلاح اور سعادت دارین کا سبب اور ضمانت ہے اور قوموں کی عزت وذلت اور عروج وزوال اسی سے مربوط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اول یوم سے اس کی تلاوت وقرأت اور اس پر عمل کا خصوصی اہتمام کیا، حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کے مکاتب ومدارس قائم کئے اور سوسائٹی میں اس کی تعلیم واتباع کو خصوصیت کے ساتھ رواج دیا۔ نتیجتاً وہ اس اہتمام بالقرآن کی برکت سے ہر میدان میں اوج کمال تک پہنچے۔ لیکن بعد کے ادوار میں یہ روشن روایت دن بدن کمزور پڑتی گئی۔ خود برصغیر میں تعلیم وتفسیر قرآن کریم تو کجا تجوید وقرأت کا عرصہ تک کما حقہ اور مضبوط انتظام نہ ہوسکا اور نہ اس پر خصوصی توجہ مبذول کی گئی۔ حالانکہ تعلیم وتعلم قرآن میں علم تاویل وتفسیر اور غور وفکر کے ساتھ ساتھ تجوید بھی مقصود تھا اور ہمارے نبی کریم محمد ﷺ نے اس کی بڑی تاکید بھی فرمائی تھی۔

مقام شکر ہے کہ چند دہائی قبل مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سمیت مختلف جہات سے تعلیمی بیداری مہم کے نتیجے میں مدارس وجامعات اور مکاتب ومساجد میں تجوید قرآن کریم کا مبارک سلسلہ شروع ہوا تھا جس کے ملکی سطح پر بہترین ثمرات سامنے آئے۔ پورے ملک میں مکاتب بڑے پیمانے پر قائم ہوئے اور بہت سی بستیوں میں مکتب کی تعلیم کے زیر اثر بچوں کی ذہنی طور پر نشو ونما ہونے لگی۔ لیکن روز بروز بدلتے حالات کے پیش نظر عصری تعلیم گاہوں اور کنونٹس اور گاؤں میں مدارس کی وجہ سے مکاتب بہت متاثر ہوئے۔ لہٰذا مکاتب کو بڑے اور عمدہ پیمانے پر پروان چڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسل کو دین کی بنیادی باتوں اور قرآن کریم سے روشناس کرایا جاسکے۔

لہٰذا آپ حضرات سے دردمندانہ گزارش ہے کہ اس حوالے سے خصوصی توجہ مبذول کریں اور اپنے گاؤں اور محلوں میں صباحی ومسائی مکاتب کے قیام کو یقینی بنائیں، اگر قائم ہیں تو ان کی سرگرمی وفعالیت میں بہتری لائیں، قدیم نظام کا احیاء کریں، ان میں تجوید وتعلیم قرآن کا خصوصی اہتمام کریں تاکہ جماعت وملت کے نونہالوں کو دین واخلاق سے آراستہ کرسکیں اور انھیں دین وعقیدہ پر قائم رکھ سکیں۔

اللہ تعالی ہم سب کو ایک ہوکر دین حنیف، جماعت وجمعیت اور ملک وملت کی مخلصانہ خدمت انجام دینے کی توفیق بخشے، ہر طرح کے فتنے اور آزمائش سے محفوظ رکھے اور عالمی مہلک وبا کورونا وغیرہ سے سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

اپیل کنندگان

اصغر علی امام مہدی سلفی

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند و دیگر ذمہ داران

غیر مسلموں میں شادی کا رجحان: اسباب وعلاج

مولانا ابوعدنان سعید الرحمٰن نور العین سنابلی
انڈین اسلامک کلچرل اینڈ ٹرانسلیشن سینٹر، نئی دہلی

خواتین چاہے جس حیثیت میں بھی ہوں، مذہب اسلام نے انہیں قدر وشرف کی نگاہ سے دیکھا ہے اورانہیں عزت ورفعت عطا کی ہے۔ ماں ہوتو اس کے قدموں کے نیچے جنت، نیک بیوی ہوتو بہتر متاعِ زیست، خالہ ہوتو ماں کے درجے میں۔ صنف نازک کی حیثیت اگر بیٹی وبہن کی ہواور ہم نے انہیں صحیح تعلیم وتربیت سے آراستہ کیا تو وہ ہمارے لئے جہنم سے نجات کا سبب اور ذریعہ ہے۔ مذہب اسلام نے خواتین کوایسا بلند مقام ومرتبہ عطا کیا ہے جوسابقہ ادیان ومذاہب میں حاصل نہیں تھا۔ بعض مذاہب میں خواتین کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا یہاں تک کہ کچھ کم عقل لوگ خواتین کوانسان ماننے سے گریزاں تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا النساء شقائق الرجال. اسی طرح سے خواتین کے تعلق سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر فرمودات بھی اتنے واضح ہیں کہ ان کے بعد خواتین کی عزت وعظمت کے بارے میں مزید کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ حجۃ الوداع کے تاریخی موقعے پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کے تعلق سے کہا تھا: ”استوصوا بالنساء خيرا، فانهن عندكم عوان، ليس تملكون منهن شيئا غير ذلک، الا أن ياتين بفاحشة مبينة، فان فعلن فاهجروهن فى المضاجع واضربوهن ضربا غير مبرحم فان أطعنكم فلاتبغوا عليهن سبيلا، ان لكم من نسائكم حقا و لنسائكم عليكم حقام فأما حقكم على نسائكم فلايوطئن فرشكم من تكرهون ولايأذن فى بيوتكم لمن تكرهون، ألا وحقهن عليكم أن تحسنوا اليهن فى كسوتهن و طعامهن“ یعنی عورتوں کے تعلق سے تم لوگ میری وصیت قبول کرو۔ وہ تمہارے ماتحت ہیں۔ تم لوگ ان سے صحبت اور ہم بستری کے سوا کسی چیز کے مالک نہیں ہو، الا یہ کہ وہ کھلی بدکاری کریں۔ اگر وہ ایسا کرتی ہیں تو انہیں اپنی خواب گاہ سے جدا کردو، انہیں مارو لیکن خوب نہ مارو۔ اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان پر زیادتی کرنے کے لئے بہانہ مت تلاش کرو۔ تمہارا عورتوں پر حق ہے اور ان کا تم پر حق ہے۔ عورتوں پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارا بستر ایسے آدمی کو روندنے نہ دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور وہ تمہارے گھروں میں کسی ایسے فرد کو نہ آنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو۔ سنو! ان کا حق تم پر یہ ہے کہ تم انہیں اچھی طرح کھانا اور لباس فراہم کرو۔

خطبہ حجۃ الوداع کے اس حصہ کو پڑھ جایئے اور غور کیجئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کے حقوق کا کس حد تک پاس ولحاظ رکھنے کی تاکید کی ہے۔ یہی نہیں، اللہ کے پیارے رسول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر خواتین کے ساتھ بہتر سلوک کرکے اپنی امتیوں کے لئے اسوہ اور نمونہ قائم کیا ہے۔ فرمان رسول ﷺ ہے: ”خيركم خيركم لأهله و أنا خيركم لأهلي“ یعنی تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو اپنے اہل خانہ کے لئے بہتر ہوں اور میں اپنے اہل خانہ کے لئے سب عمدہ اور بہتر ہوں۔

اس مختصر مگر ضروری تمہید کے بعد آپ حضرات کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں اچھی طرح پتہ ہے کہ اس روئے زمین پر پایا جانے والا ہر انسان کسی نہ کسی چیز کا ذمہ دار ہے اور ہر انسان سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں باز پرس کیا جائے گا. عن عبدالله بن عمر رضى الله عنهما يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ”كلكم راع و كلكم مسئول عن رعيته، الامام راع و مسئول عن رعيته، والرجل راع فى أهله وهو مسئول عن رعيته، والمرأة راعية فى بيت زوجها و مسئولة عن رعيتها، والخادم راع فى مال سيده و مسئول عن رعيته، قال: وحسبت أن قد قال: والرجل راع فى مال أبيه و مسئول عن رعيته و كلكم راع و مسئول عن رعيته“ (متفق علیہ)

اس روایت کی رو سے جس انسان کا دائرہ کار جس قدر وسیع ہوگا اس سے اس کی ماتحت چیزوں کے بارے میں پرسش ہوگی۔ نیز اس میں صاف کہا گیا ہے کہ انسان اپنے اہل خانہ کا ذمہ دار ہے اور ان کے بارے میں اس سے سوال وجواب کیا جائے گا۔ نیز اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اہل خانہ کے تعلق سے ہمارا فرض منصبی یاد دلاتے ہوئے کہتا ہے: ”قوا أنفسكم و أهليكم نارا“ یعنی ہمیں خود بھی جہنم سے بچنا ہے اور اپنے اہل وعیال کو بھی جہنم کی آگ سے بچانا ہے۔ اگر ہم نے اس تعلق سے اپنی ذمہ داری نہیں نبھائی اور ادنیٰ کوتاہی کی تو اس تعلق سے قیامت کے دن ہم سے پوچھ تاچھ ہوگی اور ہمیں وہاں شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

بیٹیاں اور بہنیں جن کی پیدائش ہمارے لئے رحمت ہے، ان کی صحیح تعلیم وتربیت

پر نبی آخر الزماں ﷺ نے ہمیں جنت کا مژدہ سنایا ہے لیکن اگر ہم نے انہیں جہنم سے بچانے کا جتن نہیں کیا، ان کی تعلیم وتربیت میں کوتاہی کی، انہیں اسلامی تعلیمات سے روشناس نہیں کرایا تو یقین جانئے کہ پھر یہ ہمارے لئے وبال جان ہوں گی اور ان سے سرزد ہونے والی خطاؤں کے ذمہ دار اور ان کے شریک وسہیم ہم بھی ہوں گے، لیکن اگر ہم نے ان کی صحیح تربیت کی اور اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا تو پھر ہمارے لئے مبارک بادی اور خوش خبری ہے کہ یہ ہماری بہنیں اور بیٹیاں ہمارے لئے جہنم سے اوٹ اور پردہ ہوں گی۔ **عن جابر بن عبدالله رضی الله عنه، أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: "من كان له ثلاث بنات يؤدبهن و يرحمهن ويكفلهن وجبت له الجنة البتة، قيل يا رسول الله! فان كانتا اثنتين؟ قال: وان كانتا اثنتين،قال فرأى بعض القوم أن لو قال: واحدة، لقال: واحدة،'** (مسند احمد، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

غور کریں "**یؤدبهن**" کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ انسان اپنی بیٹی بہن پر صرف خرچ کرنے اور انہیں عمدہ سے عمدہ کھانا کھلانے کا مکلّف نہیں ہے بلکہ اس کی اولین ذمہ داری یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ان کی تربیت کرے اور اسلامی اخلاق وعادات سے انہیں مزین کرے۔ تو اس صورت میں وہ اس نبوی بشارت کا مستحق ہوگا۔

آج کل ہمارے معاشرے میں غیر مسلموں میں شادی کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ مسلم لڑکے اور لڑکیوں کے غیر مسلم لڑکے اور لڑکیوں سے منسوب ہونے کے واقعات سامنے آرہے ہیں جو کہ ایک لمحہ فکریہ ہے۔ جس کے درج ذیل اسباب ہیں:

پہلا سبب: اسلامی تربیت کا فقدان:

آج پوری دنیا میں اس بات کا شکوہ ہے کہ ہماری اولادیں نافرمان ہیں، ہماری بات نہیں سنتیں، والدین کی گستاخی کی مرتکب ہیں لیکن ہم اس کے اسباب ووجوہات کو تلاش نہیں کرتے۔ اولادوں کے نافرمان ہونے، اسلامی تعلیمات سے برگشتہ ہونے اور ان کے اندر اسلامی آگہی کے فقدان کا سبب یہ ہے کہ ہم اپنی اولادوں کی تربیت میں اسلامی اصول وآداب کا خیال نہیں رکھتے ہیں۔ نیک اولاد کی حصولیابی کا طریقہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ جب ہم اپنی بیوی سے ہم بستر ہوں تو اس سے پہلے دعا پڑھیں جس میں پیدا ہونے والی اولاد کی نیکی کے لئے رب تعالی سے دعا کی جائے. **عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قال النبی ﷺ لو أن أحدكم اذا أتى أهله قال: اللهم جنبني الشيطان، و جنب الشيطان مارزقتني، فان كان بينهما ولد لم يضره الشيطان"**

اسی طرح اپنی اولاد کا عمدہ نام رکھنا بھی تربیت اولاد کا حصہ ہے اور والدین کی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچوں کا اسلامی نام رکھیں کیونکہ انسان کی شخصیت پر اس کے نام کا اثر پڑتا ہے۔ ایسے نام جن کے معانی خراب ہوں یا بدشگونی کا معنی دیتے ہوں ان سے بچا جائے کیونکہ مشہور تابعی سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے مروی معروف واقعہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کا نام حزن سے تبدیل کر کے سہل رکھ دیا تھا۔

اسی طرح بچے جب سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں نماز کا حکم دیا جائے، اسلامی احکامات کی ترغیب دی جائے اور جب وہ اپنی عمر کے دسویں سال میں قدم رکھ دیں تو ان کے بستر الگ کر دیئے جائیں، کیونکہ اگر ہم اپنے بچوں کو اس عمر سے ہی اسلامی تعلیمات کی ٹریننگ دیں گے تو وہ نیکیوں کی انجام دہی کے معتاد اور خوگر ہو جائیں گے۔ دس سال کے ہونے کے بعد اگر ہمارے بچے عبادات کی انجام دہی میں سستی وکوتاہی برتیں تو اس صورت میں ہمیں حکم ہے کہ ان کی تادیب کریں۔ بچوں کے بستروں کو الگ کرنے کے پس پردہ حکمت یہ ہے کہ اس عمر میں اکثر بچے ہوشیار ہونے لگتے ہیں اور ان کے اندر ہوش وحواس آنے لگتا ہے۔ **عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما قال: قال رسول صلی الله علیه وسلم:"مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين واضربوهم عليها وهم أبناء عشر وفرقوا بينهم في المضاجع"**(مسند احمد 6689،سنن ابوداود 495، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

یہی نہیں، تربیت کے دیگر اصول وضوابط جو کتاب وسنت کے ذخیرے میں موجود ہیں، ان کا بھی پاس ولحاظ رکھیں۔ ہمارے بچے کن کی صحبت میں رہتے ہیں، کس کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں اور شب وروز کہاں گزارتے ہیں ان سبھی باتوں پر دھیان رکھیں۔ موبائل، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ اگر ہم نے انہیں دیا ہے تو ہم دیکھیں کہ ہمارے لاڈلے ان چیزوں کا استعمال کہاں اور کیسے کر رہے ہیں؟ ایسا تو نہیں کہ یہ آلات ہمارے بچوں کو بگاڑ رہے ہیں۔ ہمارے بچے ان آلات کے اس قدر گرویدہ تو نہیں ہو گئے ہیں کہ ان الیکٹرانک ڈوائس میں ہی اپنے اوقات کا زیادہ حصہ برباد کر رہے ہیں۔ اگر ایسی برائیاں موجود ہیں تو پھر ایسی صورت میں ہمیں وقت رہتے ہی ہوش کے ناخن لینے کی ضرورت ہے۔

یہاں ایک بات یاد رکھیں کہ آپ کے گھر کا ماحول لاکھ اسلامی ہو، آپ بچے کو صبح وشام اسلامی آداب سے روشناس کرانے کا جتن کرتے ہوں، انبیائے کرام کے واقعات سناتے ہوں، قرآن کا درس دیتے ہوں آپ اپنے بچے کو غلط جگہ تعلیم دلاتے ہیں تو پھر اس بات کی امید عبث ہے کہ وہ بچہ آپ کا مطیع وفرماں بردار ہوگا، اسلامی تعلیمات کو من وعن تسلیم کرے گا اور مذہب اسلام یا مسلمانوں کے تئیں اپنے دل میں

ہمدردی کا جذبہ فراواں رکھے گا۔ بہت سارے لوگ اپنے بچوں کا ایسے اسکولوں میں ایڈمیشن کرادیتے ہیں جہاں سب سے پہلے بچوں کے عقائد کے اندر شکوک وشبہات ڈالا جاتا ہے۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ میں جس تعلیمی ادارے سے وابستہ ہوں وہاں کی کچھ بچیاں جو پڑھنے میں ممتاز تھیں، ان کا بیک گراؤنڈ دینی تھا لیکن جب انہوں نے عصری اسکولوں میں داخلہ لیا پھر کیا تھا کہ انہوں نے ایسے سوالات کرنے شروع کئے کہ العیاذ باللہ! جن میں سے کچھ سوالات یہ تھے کہ خواتین کو مردوں کی تدفین، جنازے میں شرکت، قبر کھودنے اور میت کو قبر میں لٹانے کی اجازت کیوں نہیں؟ اگر آپ انہیں کہتے ہیں کہ خواتین نرم دل ہوتی ہیں، بہت جلد جزع فزع کرتی ہیں، صبر کا مادہ ان کے اندر نہیں ہوتا، مہینہ کے مخصوص ایام میں ناپاک ہوتی ہیں اوران کا جنازے میں شرکت مرد حضرات کے فتنہ کا سبب بنے گا تو پھر وہ اپنی کٹ حجتیوں کے ذریعہ رد کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ ظاہری بات ہے کہ یہ شکوک وشبہات ان تعلیمی اداروں میں ڈالے جاتے ہیں جن سے بہرحال اپنے بچوں کو بچانے کی ضرورت ہے۔ آپ نے مہنگے اسکولوں میں اپنے بچوں کے داخلے کرادیئے، اس سے آپ کی ذمہ داری ختم نہیں ہوجاتی، آپ پر ضروری ہے کہ آپ ان بچوں کی تعلیم کے نام پر کیا پروسا جارہا ہے اس پر بھی نظر رکھیں۔

دوسرا سبب: اختلاط

مسلم لڑکیوں اورلڑکوں کا اپنی تہذیب سے پھر جانے کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ ہم اپنی بچیوں کو اختلاط جیسے ماحول سے نہیں بچاتے ہیں۔ ہمارے گھر ایسے ہوتے ہیں کہ وہاں کسی طرح پردے کا نظم نہیں جبکہ رسول ﷺ نے "الحمو والموت" فرما کر خواتین کو پردہ کی تاکید کردی تھی اور باپردہ رہنے ہی کو ان کی شان قرار دیا تھا۔

ہمارے اندر مخلوط تعلیم کا رجحان بڑھنے کی وجہ سے معاشرتی برائیاں جنم لے رہی ہیں۔ جس کی وجہ سے صحیح وغلط کا امتیاز کرنے میں بےفکری اور لاپرواہی بڑھتی جارہی ہے۔ اس لئے تعلیم کے لئے ہمیں حتی الامکان ایسے اداروں کا انتخاب نہیں کرنا چاہیے جو متوقع وممکنہ دینی انحراف کا سبب بن جائیں۔ نام نہاد ترقی کی دوڑ میں ہم نے مغرب کی روش میں سب سے قیمتی متاعِ زیست اسلام کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ وسلم نے خواتین کو اجنبی مرد کے ساتھ تنہا ہونے کو سختی سے منع کیا ہے۔ **عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخطب یقول: "لایخلون رجل بامرأۃ الا و معہا ذو محرم، ولا تسافر المرأۃ الامع ذی محرم"** (متفق علیہ)

اب اس حدیث کی روشنی میں اپنے معاشرے کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ جب ہماری بیٹیاں گھروں سے بے پردہ ہوکر نکلتی ہیں تو کیا اس صورت میں ہمیں یہ تعلیمات اسلام یاد نہیں رہتے اور ہم کیوں بھول جاتے ہیں کہ اس صورت میں شیطان ہماری نسلوں کو برائیوں پر آمادہ کرتا ہے اورانہیں غلط کاری کی راہ پر لے جاتا ہے، جب بھی کوئی خاتون کسی مرد کے ساتھ تنہا ہوتی ہے تو اس صورت میں شیطان ان کے درمیان ہوتا ہے جو دلوں میں برے خیالات ڈالتا ہے اور خاتون کو مرد کے لئے اور مرد کو خاتون کے لئے خوشنما بنا کر پیش کرتا ہے۔ **عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ألا لا یخلون رجل بامرأۃ الاکان ثالثھما الشیطان.**

کس قدر آنسو بہائے جائیں اور کن کن احکامات کی نشاندہی کی جائے جن کی ہم نے نافرمانی کی ہے جس کی وجہ سے متبعین اسلام کا یہ حال ہوا ہے کہ وہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہورہے ہیں۔ آپ اسکولوں، کالجوں، یونیوسٹیوں اور جاب پلیسز کا رخ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ مرد وخواتین جب بھی ملتے ہیں، وہ بغلگیر ہوتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں اور اسے ماڈرن زمانے میں اخلاقیات کا جزء قرار دیا جاتا ہے جبکہ مذہب اسلام کی رو سے کسی اجنبی مرد وعورت کے لئے کسی اجنبی خاتون ومرد کو چھونا سخت گناہ ہے۔ **عن معقل بن یسار رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "لأن یطعن فی رأس أحدکم بمخیط من حدید خیرلہ من أن یمس امرأۃ لا تحل لہ"** (المعجم الکبیر للطبرانی، شیخ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔)

تیسرا سبب: شادی میں تاخیر

ہمارے معاشرے میں ایک خرابی یہ در آئی ہے کہ والدین اپنے بچوں کی شادیوں میں کبھی تعلیم کے نام پر تو کبھی دوسری چیزوں کا حوالہ دے کر بلاوجہ بہت تاخیر کرتے ہیں جبکہ یہ عمل سراسر اسلامی اصولوں کے خلاف ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ اللہ تعالی نے ہر انسان کے اندر خواہشات نفسانی ودیعت کر رکھی ہے۔ نیز ان خواہشات کی تسکین کا جائز طریقہ بھی بتایا ہے لیکن ہمارے معاشرے میں جب نوجوانوں کی شادی مناسب وقت پر نہیں ہوتی تو وہ اپنی خواہشات کو غلط ڈھنگ سے پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس وجہ سے بہت ساری برائیاں جنم لیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول گرامی ﷺ نے نوجوانوں کو مخاطب کرکے جلد از جلد شادی کرنے پر ابھارا تھا تاکہ ان جیسے حالات سے بچا جاسکے۔ **عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: "یا معشر الشباب! من استطاع منکم البائۃ فلیتزوج فانہ أغض للبصر و أحسن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فان لہ وجاء"** (متفق علیہ)

اس حدیث میں نوجوانوں کو جلد سے جلد شادی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر ان کے پاس شادی کے لئے جسمانی ومالی طاقت وقوت موجود ہو تو شادی کر لینے سے غلط کاری کے اسباب پر قفل لگ جائے گا اور پھر لوگ اپنی جسمانی خواہشات کی تکمیل جائز ڈھنگ سے کریں گے۔ شادی برائی کے خاتمہ کا ایک اہم سبب ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے کہ جب کوئی عورت آپ کو پسند آجائے تو فوراً اپنی رفیقہ حیات کے پاس جا کر اپنی ضرورت کو پورا کرے۔ **عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما قال: قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم: ''ان المرأة اذا أقبلت، أقبلت فی صورة شیطان، فاذا رأی أحدکم امرأة فأعجبته، فلیأت أھله، فان الذی معھا مثل الذی معھا''**

یوں تو ایک مسلمان کی نگاہیں ہمیشہ پست ہونی چاہیے پھر بھی اگر کسی خاتون پر نظر پڑ گئی تو اسے تعلیم ہے کہ وہ اپنی نگاہیں ہٹالے کیونکہ نظر فجأۃ ''اچانک نگاہ پڑنا'' ہی معاف ہے اور **''لاتتبع النظرة النظرة، فان لک الأولی ولیس لک الآخرة''** کہہ کر رسول گرامی ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو یہی تعلیم دی تھی۔

چوتھا سبب: سوشل سائٹس کا غلط استعمال

الیکٹرانک ڈیوائس مثلاً موبائل، کمپیوٹر اور لیپ ٹاپ بذات خود مضر نہیں بلکہ ان میں جب انٹرنیٹ کنکشن ہو اور انہیں شتر بے مہار بن کر استعمال کیا جائے تو معیوب ہے۔ انٹرنیٹ کے مضر اثرات میں ایک اہم یہ ہے کہ یہ برائیوں، بے حیائیوں اور فحاشیوں کا گٹر ہے۔ آپ کچھ اچھا بھی کام کرنے کی کوشش کریں گے تو وہاں اشتہار کے نام پر نیم عریاں بلکہ بسا اوقات ننگی تصویریں آپ کے اسکرین پر آجاتی ہیں اور اس پر ایک کلک کے ذریعہ آپ گندگیوں کے ڈھیر میں پہنچ جاتے ہیں۔

انٹرنیٹ کی ان خرابیوں کے علاوہ سوشل سائٹس جیسے فیس بک، ٹویٹر، اسنیپ چیٹ، واٹس اپ، ایمو، انسٹا گرام، ٹینڈر اور کوں وغیرہ نے بھی ہماری نوجوان نسل پر بہت منفی اثر ڈالا ہے۔ وہاں نوجوان گھنٹوں بیٹھ کر جنس مخالف کے ساتھ چیٹ کرتے ہیں، کمال کی بات تو یہ ہے کہ بسا اوقات لڑکے لڑکیوں کے نام سے تو لڑکیاں لڑکوں کے نام سے آئی ڈیز بنا کر اس طرح کی برائیوں میں ملوث ہوتے ہیں جبکہ تمام تر سابقہ خرابیوں کے علاوہ اس میں تشبہ للنساء بالرجال اور للرجال بالنساء ہے جو کہ ایک سنگین گناہ ہے۔ **عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتشبھین من الرجال بالنساء، والمتشبھات من النساء بالرجال.**

یہ وہ کچھ بڑے اسباب ہیں جن کی وجہ سے ہماری نسلیں اسلامی تعلیمات سے دور ہو رہی ہیں اور وہ طرح طرح کی بے حیائیوں، فحاشیوں اور غلط کاریوں میں ملوث ہو رہی ہیں۔ یہی وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے بچے دوسرے مذاہب میں رشتہ جوڑ کر اپنے دین وایمان کو ضائع کر رہے ہیں۔ وقت رہتے ہی ان تمام اسباب وعوامل پر روک لگانے کی ضرورت ہے کیونکہ جب ہم مرض کی تشخیص کر لے گئے تو اس کا علاج مشکل نہیں ہے کیونکہ مرض خطرناک ضرور ہے لیکن ابھی ناسور نہیں بنا ہے۔ قبل اس کے کہ یہ ناسور بنے، ہمیں اس سلسلے میں پیش رفت کرنے کی ضرورت ہے۔

تدارک:

ہماری نوجوان نسل کے بگاڑ کے کچھ اہم اسباب وعوامل کا ذکر کیا گیا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس برائی کو کس طرح سے کنٹرول کیا جا سکتا ہے؟ اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں صدق دل سے توبہ کرنا چاہئے اور ہم سے اپنی اولاد کی تربیت میں جہاں کہیں کوتاہی ہوئی ہے اس کی تلافی کے لئے آج سے اور ابھی سے اقدام کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ جب ہم اپنی نسل کی تربیت اسلامی طرز ونہج پر کریں گے تو یقینی طور پر وہ صحیح اور غلط کے درمیان فرق کر لیں گے اور ان کاموں سے دور رہیں گے جو انہیں غلط راہوں پر پہنچاتے ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو صحیح اور غلط کے درمیان فرق کرا دیں؟ اگر غلط کو غلط کے طور پر تعارف کرا دیا تو نفس لوامہ ہی ہمیں ملامت کرے گی اور پھر ہماری حالت یہ ہوگی کہ راز دار رسول حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی طرح ہمارے بچے بھی ہم سے برائیوں کے بارے میں پوچھیں گے مبادا وہ برائیوں میں واقع نہ ہو جائیں۔

اگر ہم اپنی اولاد کو بے حیائی، فحاشی، عریانیت اور ننگا پن سے بچانا چاہتے ہیں تو ضرورت ہے کہ ہم انہیں عظیم اسلامی ماؤں صحابیات، صحابہ کرام اور ائمہ کرام رحمہ اللہ کی داستانیں سنائیں۔ سیدہ عائشہ، سیدہ خدیجہ، سیدہ فاطمہ زہراء، سیدہ میمونہ، سیدہ کلثوم، سیدہ رقیہ، سیدہ زینب رضی اللہ عنہن وغیرہن کی زندگی کے روشن نقوش بتائیں اور انہیں بتائیں کہ ہماری ماؤں نے عفت وپاکدامنی اور شرم وحیاء کا پیکر بن کر اسلام کا نام کس طرح روشن کیا۔ ان سے پہلے سیدہ مریم اور سیدہ آسیہ رضی اللہ عنہما کی زندگیوں کے بارے میں بتائیں کہ کس طرح انہوں نے عفت وپاکدامنی کو اپنے لئے حرز جاں بنایا جبکہ لوط اور نوح علیہما السلام کی بیویوں نے رب کی تعلیمات سے انحراف کیا پھر اس کا جو نتیجہ کیا ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔

بہت سارے لوگ کہتے ہیں کہ تعلیم اگر اختلاط والی جگہوں پر ملے تو ہم کیا کریں۔ اس تعلق سے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اولاً مسلم کمیونٹی کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کی تعلیم کے لئے ایسے تعلیمی اداروں کو قائم کریں جہاں پردے کے ساتھ انہیں معقول تعلیم دی جا سکے۔ ثانیاً آپ اپنے گھروں کا ماحول ایسے بنائیے کہ گھر میں انہیں اس قدر تعلیم سے آراستہ کر دیں کہ وہ علم کا منارہ بن سکیں اور ان کے علم کا پوری

دنیا میں غلغلہ ہو سکے۔ محمد بن سیرین رحمہ اللہ مشہور معبر خواب کے والد سیرین اور ان کی والدہ صفیہ سے ہم سیکھ سکتے ہیں کہ ان دو پاکیزہ ہستیوں نے کس طرح سے اپنی اولادوں کی تربیت کی کہ سب کے سب علم و فضل کا عظیم پیکر بنے۔ محمد بن سیرینؒ کو دنیا جانتی ہے۔ حفصہ بنت سیرین کے علم و فضل پر سب کا اتفاق ہے۔ کریمہ بنت سیرین بھی عظیم محدثہ اور فقیہہ تھیں گرچہ ائمہ جرح و تعدیل نے کلام کیا ہے لیکن ان کی تعلیم پر کسی نے کلام نہیں کیا ہے۔ اگر ہم سیرینؒ جیسی تربیت اپنی اولادوں کی کرلے گئے تو یقین جانئے کہ ہمارے سماج سے برائیاں ختم ہو جائیں گی اور ہماری آنے والی نسلیں اسلامی تعلیمات کو اپنے لئے حرز جان بنالیں گی۔

کہا جاتا ہے کہ ایک گندی مچھلی پورے تالاب کو گندہ کر دیتی ہے۔ اسی طرح سے آپ کی اولاد اگر غلط صحبت میں پڑگئی تو پھر آپ کی تمام محنتیں اکارت۔ بھول جایئے کہ آپ کی تگ و دو اور تربیت کے لئے کوششیں کارآمد ہوں گی بلکہ بری صحبت ہماری اولاد کے لئے زہر ہلاہل اور انتہائی مضر ہے۔ "**لاتسئل المرأ واسئل عن قرینه**" کہ کسی انسان کے بارے میں معلوم کرنا ہو تو اس کے دوست کے بارے میں دریافت کرلیا جائے۔ یہ مقولہ ہمیں بتاتا ہے کہ ایک انسان کی زندگی میں اچھے دوستوں کی کیا اہمیت ہے اور برے دوستوں کے کیا نقصانات ہیں۔

اس کے علاوہ، آج جو صورت حال ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ غلط چیز کو غلط رخ دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہر مسلمان کی بات کو فتویٰ تسلیم کرلیا جاتا ہے اور کسی سرپھرے اور دین سے بھٹکے ہوئے مسلمان کا غیر مسلم لڑکی سے شادی کو لو جہاد کا نام دیا جاتا ہے اور فرقہ وارانہ رنگ دے کر یہ کوشش کی جاتی ہے کہ مسلم لڑکیوں کو کس طرح سے نقصان اور گزند پہنچایا جائے۔ چنانچہ بعض جگہوں پر منظم طور پر بھی کچھ متشدد تنظیموں سے وابستہ لوگ اس کام میں لگے ہوئے ہیں اور اس طرح سے وہ لو جہاد کی خود ساختہ اصطلاح کا بدلہ لے رہے ہیں جبکہ اسلام میں اس طرح کی کسی اصطلاح کا ادنیٰ تصور موجود نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اس طرح کی مروجہ شادی کی نہ تو اجازت دیتا ہے اور نہ ہی اس کی حمایت کرتا ہے، اسلام کے اس موقف کو برادران وطن تک پہنچانے کی اشد ضرورت ہے۔ بعض خالص دنیادار مسلم نام والے حضرات نے غیر مسلم خواتین سے شادیاں کی ہیں، انہیں بھی لو جہاد کے عینک سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کا ریئکشن بھی کچھ لوگ مسلم لڑکیوں کو اپنے جال میں پھنسا کر دکھانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ایسے پرفتن دور میں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ اولاد کی اچھی تعلیم و تربیت کرنے اور ان کی سرگرمیوں پر نظر اشد ضرورت ہے۔

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۱٦ کا)

6- سب سے بہترین نیکی کلمۂ توحید ہے: دنیا میں نیکیوں کے راستے بے شمار ہیں، لیکن ان میں کلمہ توحید کو اولیت اور افضلیت حاصل ہے۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے ایسے عمل کے بارے میں بتلائیں جو مجھے جنت سے قریب کر دے، اور دوزخ سے دور، تو آپ نے فرمایا: "اگر تم سے گناہ ہو جائے تو اس کے بعد نیکی ضرور کرو، ایک نیکی کا دس گنا ثواب ہوتا ہے"، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول، لا الہ الا اللہ نیکیوں میں سے ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ سب سے بہترین نیکی ہے"۔ (مسند احمد، سندہ حسن)

7- کلمہ توحید خطاؤں کو ختم کرتا ہے: ہر شخص سے انسان ہونے کے ناطے غلطی ہوتی ہے، لیکن بخشش کا ذریعہ بھی شریعت میں بتلایا گیا ہے۔ اگر آدمی کلمہ توحید پر عمل پیرا ہوتا ہے تو اس کی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا الہ الا اللہ کسی گناہ کو نہیں چھوڑتا ہے، اور لا الہ الا اللہ سے آگے بھی کوئی عمل نہیں بڑھتا ہے"۔ (رواہ ابن ماجہ، فی کتاب الادب، وسندہ ضعیف) بعض سلف کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا، ان سے ان کے حالات دریافت کئے گئے تو انہوں نے کہا کہ الا الہ الا اللہ کی برکت نے کسی گناہ کو باقی نہیں چھوڑا۔

8- آخرت میں کلمہ توحید سے زیادہ کوئی عمل وزنی نہیں ہوگا: عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: نوح علیہ السلام نے اپنی موت کے وقت اپنے بیٹے سے کہا: میں تمہیں لا الہ الا اللہ کا حکم دیتا ہوں، اگر ساتوں آسمان اور زمینیں ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور لا الہ الا اللہ ایک پلڑے میں تو لا الہ الا اللہ کا پلڑا بھاری ہو جائے گا"۔ (مسند احمد، وسندہ حسن)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب، تو مجھے کوئی ایسی بات بتلا جس کے ذریعہ میں تجھے یاد کروں، تجھے پکاروں؟ تو اللہ نے کہا: اے موسیٰ! تو لا الہ الا اللہ پڑھا کر۔ اس پر موسیٰ نے کہا: اے میرے رب، تیرے سارے بندے اس کو پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا: اے موسیٰ تو لا الہ الا اللہ کہا کر، موسیٰ نے لا الہ الا اللہ پڑھا اور کہا: پروردگار! میں کوئی ایسی چیز چاہتا ہوں جو مجھے دوسروں سے ممتاز کرے، تو اللہ تعالیٰ نے کہا: اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمانیں میرے علاوہ اور اس کی ساری چیزیں ایک پلڑے میں رکھی جائیں، اور لا الہ الا اللہ ایک پلڑے میں تو لا الہ الا اللہ کا پلڑا بھاری پڑے گا"- (رواہ ابن حبان فی صحیحہ)

☆☆☆

مکتب کی تعلیم : مسائل اور حل

مولانا محمد ابراہیم سجاد تیمی
پرنسپل مدرسہ سراج العلوم گیروا گھاٹ، کٹیہار، بہار

ابتدائیہ، وسطانیہ اور ثانویہ (Primary, Secondary & Senior Secondary)، تعلیم کے وہ تین مراحل ہیں جن پر اعلیٰ تعلیم کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ جو طلبہ و طالبات یہ تین تعلیمی مراحل طے کر لیتے ہیں، ان کی تعلیمی کارکردگی کا جائزہ لینے سے جہاں ان کی آئندہ زندگی کے رجحانات کا پتہ چل جاتا ہے، وہیں یہ بھی بہت حد تک واضح ہو جاتا ہے کہ اعلیٰ تعلیمی مراحل میں کس کی کامیابی کا امکان کتنا ہے۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ ان مراحل میں جن طلبہ کی کارکردگی شان دار رہی، اعلیٰ تعلیمی مراحل میں بھی انہوں نے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ مذکورہ تین مرحلہ ہائے تعلیم میں بھی سب سے زیادہ اہمیت و معنویت کا حامل مرحلہ ابتدائیہ ہے۔ اسی مرحلے میں پھول کی پتیوں جیسے معصوم بچوں اور بچیوں کو تعلیم کی وہ بنیاد فراہم کی جاتی ہے جس پر آگے کے تمام مراحل کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مرحلۂ تعلیم کو دنیا کا ہر ملک، ہر قوم اور ہر ملت اہمیت دیتی رہی ہے۔ مذہبِ اسلام نے تو اسے تمام مذاہب و ادیان سے کہیں زیادہ اہمیت دی ہے۔ مسلمانوں میں اس مرحلۂ تعلیم کے لیے مسجدوں یا ان سے متصل سائبانوں یا باضابطہ عمارتوں میں مکاتب کا نظام چلتا رہا ہے۔ آج سے صرف پندرہ بیس سال پہلے کی بات کریں تو تعلیمِ نسواں کا واحد ذریعہ یہی مکاتب ہی تھے۔ اب جبکہ تعلیم نسواں کے مدارس بڑی تعداد میں کھل گئے ہیں اور یہ سلسلہ بڑی برق رفتار سے جاری ہے، مکاتب پر توجہ بہت حد تک ختم ہو گئی ہے یا اس میں بے انتہا کمی در آئی ہے۔

حالاں کہ سچی بات یہ ہے کہ مٹھی یا چٹکی سے چلنے والے ان مکاتب کی کل سے زیادہ آج ضرورت ہے۔ خاص کر کورونا وبا کی آمد اور اس سے پیدا شدہ حالات کے بعد یہ احساس شدت اختیار کر گیا ہے کہ مکاتب کی آج بھی ضرورت ہے اور کل بھی رہے گی۔ جس مکتبی نظامِ تعلیم کے اولین بنیاد گزار سید الاولین والآخرین محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، زمانہ چاہے جس قدر بھی ترقی کر لے اور مسلمان چاہے مغربی جدت طرازیوں سے مرعوب ہو کر اس سے جتنی بھی بے اعتنائی کیوں نہ برت لیں مگر اس کی اہمیت و افادیت نہ کبھی ختم ہوئی اور نہ ہوگی۔ میرے خیال سے کوئی بھی مسلمان اس تاریخی حقیقت سے نا آشنا نہیں ہوگا کہ جب لفظ اقرا سے وحیِ ربانی کا آغاز ہوا تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیامِ ربانی کی تبلیغ و اشاعت کے ساتھ ہی ساتھ مکاتب کے قیام کا بھی آغاز فرما دیا۔ چناں چہ سیدہ فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کا گھر مکہ مکرمہ کا اولین مکتب بنا اور اولین استاد سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ قرار پائے۔ دوسرا مکتب دارِ ارقم بنا جو صفا پہاڑی کے دامن میں واقع تھا۔ 40 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے مستقل طلبا تھے اور اس کے معلم، بہ نفس نفیس معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ تیسرا مکتب شعبِ ابی طالب قرار پایا۔ شعبِ ابی طالب میں مسلمانوں پر ظلم و جور کی کیا قیامت ٹوٹی، یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ تو معلوم بات ہے۔ تاہم اس کا ایک حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ پورے عرب کے مقاطعے اور بائیکاٹ کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلۂ تعلیم ٹوٹنے نہیں دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے، سلسلۂ تعلیم جاری رہے۔ مدینے میں بھی ہجرت سے پہلے ہی قیامِ مکاتب کا مشن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع فرما دیا تھا۔ اس مشن کی شروعات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیر اور عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کو مدینے بھیج کر فرمایا تھا۔ مقصد صرف اور صرف یثرب کے حلقہ بہ گوشانِ اسلام کو زیورِ تعلیم و تربیت سے آراستہ کر کے انہیں انسانی تاریخ کے عظیم ترین تغیر کے لیے تیار کرنا تھا۔ ان دونوں حضرات نے سیدنا اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا اور اس طرح ان کا گھر ہی مدینے کا اولین مکتب بنا۔ مدینے کا دوسرا مکتب سیدنا رافع بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلے کے لوگوں کے لیے قائم فرمایا۔ اس مکتب میں قرآن مجید کی سورہ یوسف کی قراءت و حفظ اور تدبر و تفکر کے ساتھ سلسلۂ تعلیم کا آغاز ہوا۔ مدینے کی تیسری مکتبی درس گاہ مسجدِ قبا بنی۔ سیدنا سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ اس کے امام و مدرس قرار پائے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور مدینے کے علاوہ دیگر علاقوں میں بھی مکاتب قائم فرمائے۔ غمیم کا مکتب اس کی دلیل ہے جس کے معلم و اتالیق سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت مبارکہ اور تعلیمی مشن کو خلفائے راشدین نے نہ صرف زندہ رکھا بلکہ اسے حکومتی سرپرستی بھی عطا کر دی۔ چناں چہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں اولاً بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے مکاتب قائم کیے اور معلمین کے لیے بقدرِ کفایت ایک رقم بطورِ وظیفہ مقرر کر دی۔ (محلی ابن حزم :195/7)۔ اس طرح سے ہر جگہ مکاتب کا نظام قائم ہو گیا تھا اور بہت سارے فقہا

اور علمائے کرام نے اپنی ابتدائی تعلیم انھیں مکاتب میں پائی تھی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: تین چیزیں لوگوں کے لیے ضروری ہیں: (1) حاکم و امیر، ورنہ لوگ ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہو جائیں گے (2) مصحف یعنی قرآن کی نشر و اشاعت ورنہ کتاب اللہ کا پڑھنا پڑھانا بند ہو جائے گا (3) عوام الناس کا اپنی اولاد کو تعلیم دینے کے لیے معلم رکھنا ضروری ہے، جو اجرت لے، ورنہ لوگ جاہل رہ جائیں گے۔ (تربیة الاولاد فی الاسلام :1 / 291)۔ ہمارے اسلاف کرام مکاتب کو کس قدر اہم اور ضروری سمجھتے تھے، اس کا اندازہ اس بات سے بہ خوبی لگایا جا سکتا ہے کہ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ جب مکتب کے پاس سے گزرتے تو اس میں پڑھنے والے بچوں کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ یہی بچے ہماری قوم کے رہنما ہیں۔ (طبقات ابن سعد: 5 / 141)۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے لڑکپن میں مکتب کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ”میں اپنی ماں کی گود میں یتیم تھا، مجھے میری ماں نے ایک مکتب کے حوالے کر دیا۔ جب میں نے قرآن پڑھ لیا تو مسجد میں جا کر علما کی مجالس اور حلقوں میں بیٹھنے لگا۔

آج جبکہ تعلیمی رنگ روپ بالکل بدل چکا ہے، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اللہ بیزار تعلیم دی جا رہی ہے، مدارس میں سچر کمیٹی رپورٹ کے مطابق صرف 4 فی صد مسلم بچے اور بچیاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، مکاتب کی اہمیت و ضرورت مزید دو بالا ہو گئی ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ مکاتب کی ضرورت تو چھوٹے چھوٹے مدارس پوری کر ہی رہے ہیں تو الگ سے ان کے قیام کی ضرورت کیا ہے؟ میں کھلے بندوں کہنا چاہوں گا کہ یہ ایک بڑی غلط فہمی ہے۔ چائنا کے پاس آپ سے ہی نہیں، پورے عالم اسلام سے کہیں زیادہ اسکول اور کالجز ہیں، پھر بھی اس نے کمیونزم کی خصوصی تعلیم کے لیے بچوں کی الگ درسگاہیں کیوں قائم کر رکھی ہیں؟ مسلمانوں کے پاس عیسائیوں سے زیادہ مدارس و اسکول نہیں ہیں، پھر بھی انہوں نے مشنریز کا جال کیوں بچھا رکھا ہے اور ان میں نہایت تندہی اور منصوبہ بند انداز میں معصوم بچوں کی ذہن سازی کیوں کی جاتی ہے؟ آر ایس ایس نے اپنے نظریات کی تبلیغ و تشہیر کے لئے لاکھوں اسکول اور گروکل کیوں کھول رکھے ہیں؟ اس لیے کہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کورے کاغذ پر کچھ بھی لکھنا، استعمال شدہ کاغذ پر لکھنے سے کہیں زیادہ آسان ہے۔ ہمارے پاس تو ایسے اسکولوں کی تعداد بھی بے حد کم ہے جن میں اسلامیات کی تعلیم کے ساتھ عصری علوم پڑھائے جاتے ہوں کہ ہم کہہ لیتے کہ مکاتب کی خانہ پری تو مدرسوں اور اسکولوں سے ہو رہی ہے، اس لیے مکاتب کے قیام کی ضرورت نہیں ہے۔ غرضیکہ مکاتب کی اہمیت و ضرورت آج بھی ہے اور کل بھی رہے گی۔

رہا معاملہ اس سلسلے کے مسائل کا تو جس طرح دنیا کے تمام امور کو کئی طرح کے مسائل کا سامنا ہوتا ہے، اسی طرح مکاتب کی تعلیم کے سامنے بھی کئی ایسے اہم مسائل رہے اور ہیں جن کا حل اور مداوا تلاش کرنا از حد ضروری ہے۔ میری نظر میں فنڈ کی قلت و کمی، معیارِ تعلیم کی خستہ حالی، تنظیم و ترتیب کا فقدان اور جامع اور تقاضا ہائے زمانہ سے ہم آہنگ نصاب تعلیم سے محرومی ایسے ہی چند مسائل ہیں جن کو حل کیے بغیر مکاتب سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دینی مکاتب کو چٹکی یا مٹھی کے سہارے چلتے ہوئے دیکھا ہے۔ اسی سے مدرسِ مکتب کا محنتانہ ادا کیا جاتا تھا جو بہت معمولی ہوا کرتا تھا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مکاتب کے سامنے فنڈنگ کا مسئلہ کوئی نیا مسئلہ نہیں بلکہ بہت پرانا مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ مسلمانوں میں قدرے خوش حالی آنے کے باوجود جس کا تس ہے۔ اسی وجہ سے مکاتب کو عموماً کوالیفائڈ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ نہیں مل سکے جو ان کے معیارِ تعلیم کی پستی و زبوں حالی کا سب سے بڑا سبب تھا اور ہے۔ حالاں کہ یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ٹرینڈ اساتذہ کی جس قدر ضرورت مکاتب کو ہے، بڑے مدارس و جامعات کو بھی نہیں ہے۔ یہاں پر میں ایک مثال پیش کرنا چاہوں گا۔ چین 1949 تک تعلیم کے میدان میں سب سے پسماندہ ملک تھا۔ اس وقت سے لے کر 1976 تک وہاں رشین نظام تعلیم نافذ رہا تھا۔ ابھی وہ دنیا کے 20 سب سے زیادہ تعلیم یافتہ ممالک میں 14 ویں نمبر پر ہے۔ بروقت وہ دنیا کا واحد ایسا ملک ہے جس کا پورا نصاب اس کی اپنی زبان مندارن میں ہے۔ سائنس اور ٹکنالوجی کی تعلیم بھی وہاں اس کی مادری زبان میں ہی ہوتی ہے۔ میرے علم کی حد تک آج تک کوئی مسلم ملک ایسا منظرِ وجود پر نہیں آیا جو سائنس و ٹکنالوجی کے علوم کو اپنی مادری زبان میں اپنے بچوں کو پڑھانے سکھانے کی پوزیشن میں ہو۔ مسلم ملکوں میں انگریزی ہی میں ان علوم و فنون کی تعلیم آج بھی دی جاتی ہے۔ بہر کیف! ماوزے تنگ کی موت کے بعد چین کا نظام تعلیم یکسر بدل گیا۔ ایک اہم قدم یہ اٹھایا گیا کہ پروفیسروں کو مکاتب میں اور مکاتب کے اساتذہ کو یونیورسٹیوں میں بھیج دیا گیا۔ لوگوں نے اس قدم کا بہت مذاق بنایا مگر جو فکر تھی اس میں، وہ پوری ہو گئی اور وہ فکر یہ تھی کہ ابتدائی تعلیم ایسی ہونی چاہیے کہ اگلے دس برسوں میں سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں امریکہ کو چیلنج دینے والی ایک نسل تیار ہو جائے اور وہ آئندہ نسلوں کی بہترین تعلیم و تربیت کا فریضہ انجام دے سکے۔ ان کی یہ منشا پوری ہو چکی ہے۔ آج اگر ایک انتہائی چابک دست موبائل امریکہ میں تیار ہوتا ہے جس کی قیمت 20 ہزار ہے تو کل چین کے ٹکنالوجسٹ اسی طرح کا موبائل اس سے زیادہ آپشنز اور فنکشنز کے ساتھ، تیار کر کے بازار میں لا دیتے ہیں، وہ بھی صرف

1200 میں۔ امریکہ چاند کے شمالی قطب تک پہنچا ہے مگر چین گزشتہ سال ماہ نومبر میں جنوبی قطب سے مٹی اتار لایا ہے جو چاند کا سب سے زیادہ دور افتادہ علاقہ ہے۔ یہ اسی نسل کے لوگ ہیں جن کو مکاتب میں پروفیسروں نے پڑھایا تھا۔

میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ متوسطہ اور ثانویہ تک تعلیم دینے والے مدارس میں عالمیت اور فضیلت تک تعلیم دینے والے مدارس کے اساتذہ سے بہتر اور کوالیفائڈ اساتذہ ہونے چاہئیں اور مکتب وابتدائی تعلیم دینے والے اداروں میں ان سب سے اچھے اور کوالیفائڈ اساتذہ ہونے چاہئیں۔ اس لیے مکاتب کے اساتذہ کی نہ صرف اسناد پرکھی جائیں بلکہ ان کی کوالیفکیشن کو بھی خوب جانچا پرکھا جائے اور ان کو تنخواہ اور سہولیات بھی فضیلت میں تعلیم دینے والے اساتذہ سے زیادہ دی جانی چاہیے۔ بڑوں کو پڑھانا آسان ہے مگر بچوں کو پڑھانا بکریاں چرانے سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ اس فیکٹ کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ لیکن کیا کہیے کہ مدارس کے نئے نئے فارغین اونچی کلاسوں میں پڑھانے کو ہی اپنا معیار سمجھتے ہیں اور مکاتب اور چھوٹی کلاسوں میں پڑھانا اپنی توہین سمجھتے ہیں جبکہ ایسا بالکل نہیں ہے۔

اس لیے اگر ہم چاہتے ہیں کہ مکاتب کا معیارِ تعلیم بلند ہو، ہم اپنے بچوں کو معیاری تعلیم و تربیت اور بلند اقدار سے آراستہ کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ان کی بھرپور فنڈنگ پر بھرپور توجہ دینا ہوگی تاکہ ان میں کوالیفائڈ اساتذہ کو معیاری تنخواہیں اور معیاری سہولیات دے کر بحال کرسکیں۔ کتنا افسوس ناک منظر نامہ ہے یہ کہ جب مسلمان اپنے بچوں کو پرائیویٹ انگریزی میڈیم اسکولوں میں بھیجتے ہیں تو فی کس ہزار دو ہزار سے لے کر دس بارہ ہزار روپے تک ٹیوشن فیس کے بطور بڑی آسانی سے خرچ کر دیتے ہیں مگر دینی بنیادی تعلیم کا معاملہ آتا ہے تو سو دو سو روپے ادا کرنا بھی انہیں نہایت شاق اور گراں گزرتا ہے۔ مسلمانوں کو اس نفسیات سے باہر آنا ہوگا۔ انہیں اپنے بچوں کی دینی و اخلاقی تعلیم و تربیت پر اسی طرح خرچ کرنے کی عادت ڈالنی ہوگی جس طرح وہ اسکولی تعلیم پر خرچ کرتے ہیں۔

فنڈنگ اور معیارِ تعلیم پر توجہ دینے کے ساتھ ہی ساتھ، ہمیں مکاتب کی تنظیم و ترتیبِ نو پر بھی اپنی بھرپور توجہ صرف کرنی ہوگی۔ آنکھوں دیکھا مشاہدہ ہے کہ ہم نے کبھی مکاتب کو منظّم و مربوط انداز میں چلتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔ بے ترتیبی اور بے تنظیمی ہمیشہ ان کی پہچان بنی رہی، کیوں کہ طلبہ- اساتذہ کا تناسب ان میں کبھی بھی متناسب و متوازن نہیں رہا۔ ایک استاد پر سو، ڈیڑھ سو اور بسا اوقات دو سے سو زائد طلبہ کا غیر مناسب تناسب ہمیشہ مکاتب کا مقدر بنا رہا، دیگر لوازماتِ تعلیم پر بھی دھیان نہیں دیا گیا، جب کہ اساتذہ -طلبہ کا مناسب تناسب معیاری تعلیم کے لیے بے حد ضروری ہے۔ فن لینڈ تعلیم کے معاملے میں دنیا بھر میں اول نمبر پر براجمان ہے۔ وہاں ایک استاد پر محض نو طلبا کا تناسب نافذ ہے۔ آج شدید ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم مکاتب کو تنظیم و ترتیبِ نو کے سلکِ گوہر میں پروئیں۔ ان کے لیے نیا اور تقاضاہائے زمانہ سے ہم آہنگ نصاب تعلیم مرتب اور جاری کریں۔ ان میں طلبہ کی باضابطہ درجہ بندی ہو تاکہ بچے مکاتب کی تعلیم سے فارغ ہوں تو ان میں سے جو بچے اسکول جانا چاہیں، انہیں آگے کی کلاس میں داخلہ لینے میں کوئی پریشانی نہ ہو اور جو بچے مدارس کا رخ کریں، انہیں بھی اعلیٰ درجے میں داخلہ لینے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ ہاں! نصابِ جدید میں بھی اسلامی تعلیمات کو اولین ترجیح دی جائے تاکہ بچوں کا دین و ایمان اس قدر مضبوط و مستحکم ہو جائے کہ وہ دین بیزار اور اسلام مخالف ماحول میں رہتے ہوئے بھی اپنے دین و ایمان کی بہ آسانی حفاظت کرسکیں۔ ہم اس باب میں کیرالا کے مکتبی تعلیمی ماڈل سے بھی سبق لے سکتے ہیں جس کے حسنِ ترتیب و حسنِ انتظام کا چرچا ملک و بیرونِ ملک بھی خوب ہو رہا ہے۔

قصہ کوتاہ! مکاتب کا احیا و قیام اور انہیں بہترین انداز میں چلانا، وقت کی اہم ترین ضرورتوں میں سے ایک ہے، کیوں کہ ان کے بغیر ہم اپنے چار فی صد بچوں کے دین و ایمان کو ممکن ہے، بچالیں گے مگر 96 فی صد بچوں کا دین و ایمان و اخلاق دین بیزار نظریات اور مادہ پرستانہ ذہنیت کو فروغ دینے والے ماحول کے رحم و کرم پر ہی منحصر ہوگا۔ اس لیے بھی مکاتب کا احیا و قیام نہایت ضروری ہے اور اس پر بحیثیتِ مجموعی دھیان دینے کی شدید ضرورت ہے۔

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی
نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	30/-
چمن اسلام اول	24/-
چمن اسلام دوم	30/-
چمن اسلام سوم	30/-
چمن اسلام چہارم	34/-
چمن اسلام پنجم	40/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	188/-

مولانا اسعد اعظمی/جامعہ سلفیہ، بنارس

شیخ ذاکر ادریس بنارسی رحمہ اللہ

بھائی ذاکر ادریس بنارسی عربی صاحب کے سانحۂ ارتحال کی خبر مجھے نہیں تھی۔ اسے میں اپنی کوتاہی یا اشغالِ کثیرہ کا نتیجہ سمجھوں یا یہ عزیز گرامی مولانا عبدالمتین سلفی صاحب کا اس غم ومصیبت کی گھڑی میں ذھول ونسیان تھا۔ بہرحال عزیز محترم مولانا اسعد اعظمی صاحب نے ان پر جب یہ سطور لکھ کر ارسال کیا تو اس اندوہناک خبر سے بیحد صدمہ پہنچا اور ایک علم دوست، مہمان نواز، غریب پرور، طلبۂ علوم دینیہ کی بہی خواہ اور علماء کی عزت افزائی کرنے والی ہستی کی جدائی سے صدمہ جانکاہ کا سامنا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ وہ عربی زبان میں ہمکلامی اہل زبان کی طرح کرتے تھے۔ زبان میں روانی وفصاحت تھی اور لہجہ بڑا شیریں اور پیارا ہوتا تھا۔ کچھ سالوں قبل اپنی اہلیہ محترمہ کے علاج کے سلسلہ میں دہلی تشریف لائے تھے۔ میں ان کی عیادت ومزاج پرسی کے لیے گڑگاؤں حاضر ہوا تھا۔ مولانا عبدالمتین مدنی صاحب اپنی خوشدامن کی عیادت کے لیے اپنی فیملی کے ساتھ موجود رہتے تھے۔ ایسے اہم موقع سے بھی ذاکر بھائی نے غالباً عطور کا ہدیہ پیش فرمایا تھا۔ ان کے والد ماجد بھی ہمارے طالب علم کے زمانہ سے زمانہ تدریس تک جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کے بڑے اساتذۂ کرام کو عطور کا ہدیہ دے کر خوش ہوتے تھے۔ بہرحال ہم سب آپ سب کے لیے دعا گو ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی بخشش فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، پسماندگان خصوصاً ان کی اہلیہ، بچوں، بچیوں اور داماد مولانا عبدالمتین مدنی صاحب کو صبر واجر عطا فرمائے۔ **اللھم لا تحرمنا اجرہ و لا تفتنا بعدہ**۔ آمین۔ (اصغر)

یکم نومبر ۲۰۲۰ء کو فرزند عزیز طارق اسعد کے نکاح کی تقریب تھی، مصروفیت کی وجہ سے سوشل میڈیا پر آنے والی خبروں پر نظر ڈالنے کا موقع نہ مل سکا۔ بعد نماز مغرب کچھ فرصت ملی تو نیٹ آن کرنے پر یہ روح فرسا خبر بصارت سے ٹکرائی کہ محترم ذاکر ادریس صاحب کا آج صبح تقریباً دس بجے انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون کا ورد کرتے ہوئے فوراً موصوف کے داماد شیخ عبدالمتین مدنی حفظہ اللہ سے فون پر بات کی، موصوف نے بتایا کہ ہم لوگ ابھی ابھی جنازہ وتدفین سے فارغ ہوکر گھر لوٹ رہے ہیں۔

اس سانحہ وفات سے میں شدید صدمے سے دوچار ہوا، ذاکر صاحب کو جو عوارض لاحق تھے اور کئی سالوں سے ان کی صحت کا معاملہ جیسا کچھ چل رہا تھا اس سے یہ اندیشہ لگا رہتا تھا کہ نہ جانے کب پیغام اجل آجائے اور آپ ہمیں داغ مفارقت دے دیں۔

ذاکر صاحب کی وفات کے بعد سے ہی میں ان کے بارے میں لکھنا چاہتا تھا، کیوں کہ اس ہیچ مداں سے وہ بڑی محبت رکھتے تھے اور بڑی تکریم فرماتے تھے، یوں بھی آپ بڑے علم دوست اور علماء نواز تھے۔ دعوت وتبلیغ، تعلیم وتربیت اور تصنیف وتالیف جیسے موضوعات سے آپ کو خاص دل چسپی تھی۔ اس لیے بھی ضروری تھا کہ آپ کی شخصیت کا تعارف ہو اور آپ کے جذبات اور آپ کی کارگزاریوں سے دوسروں کو حوصلہ ملے۔ لیکن چوں کہ آپ کی ذاتی زندگی، خاندانی تفصیلات اور تعلیمی اسناد وغیرہ کے بارے میں خاطر خواہ معلومات میسر نہیں تھیں، اس لیے میں نے ان چیزوں کے بارے میں جان کاری حاصل کرنے کی کوشش کی۔ کامیابی نہ ملنے کی صورت میں یہ موضوع سرد خانے میں چلا گیا۔ لیکن شعور واحساس سے یہ محو نہ ہوسکا۔ اور میں برابر نفسیاتی دباؤ میں رہا۔ ذاکر صاحب پر لکھنا میں اپنے اوپر قرض تصور کرتا تھا۔ بالآخر میں نے اپنی ناقص معلومات اور ذاتی تاثرات ہی کو قلم وقرطاس کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا۔

خاندانی پس منظر: -ذاکر صاحب کا نام ونسب اس طرح ہے: محمد ذاکر بن محمد ادریس بن محمد یوسف، آپ کے جد امجد محمد یوسف کے ایک بیٹے عبدالرزاق تھے۔ عبدالرزاق کے بیٹے عبدالقیوم تھے جو جامعہ سلفیہ کے استاد مولانا محمد صاحب (فاضل مدینہ یونیورسٹی) کے والد تھے۔ محمد یوسف کے دوسرے بیٹے محمد ادریس تھے جن کی اولاد میں محمد ہارون، محمد لقمان، محمد شعیب، محمد احمد، محمد صالح، محمد الیاس، محمد مشتاق، محمد ارشاد اور صاحب ترجمہ محمد ذاکر تھے۔ محمد ہارون کی اولاد میں ڈاکٹر محمد ابراہیم بنارسی، استاذ جامعہ سلفیہ بنارس ہیں اور محمد لقمان کی اولاد میں ڈاکٹر اختر جمال بنارسی (مقیم مکہ مکرمہ) ہیں۔ ذاکر صاحب ان دونوں حضرات کے چچا ہوئے۔ ذاکر صاحب کے ایک بھائی محمد مشتاق تھے جنہوں نے مدینہ منورہ میں تعلیم حاصل کی تھی جیسا کہ آگے ان کا تذکرہ آئے گا۔

ذاکر صاحب کی پہلی بیوی سے کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی، صرف بیٹیاں تھیں، غالباً

اسی کے باعث آپ نے بعد میں ایک اور شادی کی، اس دوسری بیوی کے بطن سے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں تولد ہوئیں، بیٹے کی عمر لگ بھگ ۱۲-۱۳ر سال ہوگی۔ آپ کا مکان ریوڑی تالاب میں واقع جامعہ اسلامیہ کے ٹھیک سامنے پورب کی سمت میں واقع ہے۔ اسی مکان میں اپنی دونوں بیویوں کے ساتھ مقیم تھے۔ بڑی بیوی چند سال قبل انتقال کرچکی ہیں۔ پہلی بیوی کے بطن سے جنم لینے والی بیٹیاں شادی شدہ اور بال بچوں والی ہیں۔ آپ کے ایک داماد مولانا عبدالمتین بن ابوبکر سلفی مدنی ہیں جو جامعہ رحمانیہ بنارس کے استاذ ہیں۔

دعوتی جذبہ: -ذاکر صاحب کے اندر دعوتی جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ اس معاملے میں آپ کی فکرمندی جگ ظاہر تھی۔ آپ اپنی گفتگو میں دعوت سے متعلق موضوعات پر تبادلۂ خیال کرتے۔ لیکن آپ نے صرف زبانی جمع خرچ پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ دعوتی منصوبوں کو عمل وتنفیذ کی راہ بھی دکھائی۔ چنانچہ ریوڑی تالاب میں واقع جامعہ اسلامیہ کے سامنے موجود اپنے مکان میں آپ بالعموم ہفتہ واری دروس کا انعقاد کرتے۔ جامعہ سلفیہ کے اساتذہ کو درس کے لیے مدعو کرتے، دیگر علماء کو بھی بلاتے۔ خاکسار کو بھی اس سلسلے میں اکثر یاد فرماتے، اکثر موضوع کی تعیین بھی کرتے، خطاب کے بعد سوال وجواب کا مفید سلسلہ چلتا۔ بسا اوقات اوپری منزل میں خواتین کو سننے کا بھی انتظام ہوتا۔ پروگرام کے اختتام پر حاضرین کی ضیافت کرتے۔ آپ کی علالت یا سفر وغیرہ کی وجہ سے کبھی کبھی طویل انقطاع ہوجاتا، مگر جیسے ہی حالات سازگار ہوتے کام کا آغاز ہوجاتا۔ الحمدللہ یہ خبر بھی ملی ہے کہ آپ کی رحلت کے بعد آپ کے گھر ایک دوبار پروگرام ہوا ہے۔

دعوتی دروس کے ساتھ ہی آپ مفید کتب ورسائل کی تقسیم پر بھی توجہ دیتے تھے، اس میں اردو کے علاوہ ہندی وانگریزی زبان کے رسائل وتراجم بھی ہوتے۔ یہی نہیں بلکہ دعوتی رسائل کی نشرواشاعت بھی آپ کے دعوتی پروگرام کا حصہ تھا اگرچہ اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا زیادہ موقع نہیں ملا۔ ایک مرتبہ آپ نے کچھ کتب ورسائل راقم کو ہدیہ فرمایا۔ اس میں ۵۶ر صفحات پر مشتمل ''سیرت کی عظمت اور مسئلہ زکاۃ'' کے موضوع پر مولانا ابوالکلام آزادؒ کے دو مضامین کا مجموعہ بھی تھا جسے آپ نے ستمبر ۲۰۰۲ء میں طبع کرایا تھا۔ اس مختصر مگر مفید رسالے کے عرض ناشر میں ذاکر صاحب لکھتے ہیں:

''ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان سیرت وکردار کے اسی منارۂ عظمت کی طرف لوٹ آئیں جس پر ان کے اسلاف متمکن تھے اور اپنے کردار کو اسی رنگ میں رنگنے کی کوشش کریں۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ نے اپنی دونوں تحریروں میں- جو آپ کے ہاتھوں میں ہے- اسی سیرت وکردار کی عظمت واہمیت کو اپنے منفرد اسلوب میں اجاگر کیا ہے۔ ان دونوں تحریروں کی کتابی شکل میں اشاعت دراصل میری اسی دیرینہ خواہش کی تکمیل ہے جو تقریباً چالیس سال پیشتر میرے دل میں اس وقت پیدا ہوئی جب برادر گرامی مولانا مشتاق ادریس (رحمۃ اللہ علیہ) مدینہ منورہ سے اپنے ایام طالب علمی میں مولانا آزاد کی مشہور کتاب ''تحریک آزادی اور مسلمان'' لے کر آئے، میں نے اس کتاب کو بحفاظت سنبھال کر رکھ لیا اور اس کے بعض مضامین کی اشاعت کا ارادہ کرلیا، وقتاً فوقتاً یہ خواہش میرے دل میں انگڑائی لیتی رہی مگر کوئی بہانہ سدراہ بن جاتا۔ آج اللہ کا بے پایاں شکر واحسان ہے کہ یہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہوکر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔'' (ص:۵)

خطبۂ جمعہ سے خصوصی دلچسپی: -ذاکر صاحب جمعہ کی نماز اکثر جامعہ کی مسجد میں ادا کرتے، خطبہ بڑی توجہ سے سماعت فرماتے، بعد نماز جمعہ اس پر اپنے تاثرات کا اظہار فرماتے اور اپنے حوصلہ افزا کلمات سے خطیب کو خوش کردیتے۔ کبھی کبھی پارک والی مسجد جو مسجد حافظ ظہور کے نام سے مشہور ہے وہاں جمعہ کے لیے جاتے۔ ایک دوبار اشفاق نگر کی مسجد میں بھی جمعہ میں ملے۔ یہ ان کی ذرہ نوازی تھی کہ خاکسار کے خطبے کے لیے مشتاق رہتے اور اکثر استفسار فرماتے کہ اس بار خطبہ کہاں رہے گا؟ خطبہ مسجد میں سننے کے باوجود اس کا آڈیو طلب کرتے اور اصرار کرتے کہ اپنا خطبہ ضرور ریکارڈ کیا کریں اور مجھے بھیج دیا کریں۔

جذبۂ انفاق: -موصوف بڑے دل کے مالک تھے، ضرورت مندوں اور محتاجوں کی حتی المقدور مالی مدد کرتے، انفاق فی سبیل اللہ کے جذبے سے سرشار تھے۔ جامعہ میں جمعہ کے لیے آتے تو واپسی کے وقت مسجد کے ملازم کو ضرور نوازتے، دیگر ملازمین کو بھی وقتاً فوقتاً دیتے رہتے۔ ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے بعد ہم چند اساتذہ آپ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے، عاشوراء کا موقع تھا، کسی طرح آپ کے سامنے یہ بات آ گئی کہ آج جامعہ کے اکثر طلبہ روزے سے ہیں، آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا اور فوراً اپنی جیب سے ایک رقم نکال کر مولانا مستقیم صاحب کو دی کہ بچوں کے لیے افطار کا انتظام کرادیں۔ کئی ضرورت مندوں کی خبرگیری کرتے ہوئے میں نے خود آپ کو دیکھا ہے۔ تقبل اللہ منہ۔

علماء نوازی: -ذاکر صاحب اہل علم کے بڑے قدرداں تھے، ان سے بڑی محبت رکھتے تھے، ان کی مجلسوں میں بیٹھنے کی کوشش کرتے اور ان کے دروس ومواعظ سننے اور سنانے کا اہتمام کرتے۔ بغیر کسی خاص تقریب کے بھی وقتاً فوقتاً جامعہ کے کل اور کبھی منتخب اساتذہ کو اپنے گھر مدعو کرتے اور پرتکلف دعوت کھلاتے۔ انھیں بسا اوقات تحفے تحائف سے بھی نوازتے۔ راقم سے خصوصی تعلق کی بنا پر اکثر ملاقات

کی خواہش کا اظہار کرتے، جب میں آپ کے یہاں پہنچتا تو بہت خوش ہوتے اور مختلف دعوتی وتعلیمی مسائل پر تبادلۂ خیال کرتے۔اپنے بچوں کی تعلیم کے بارے میں فکرمند رہتے اوران کے لیے اچھے مربی اور ٹیوٹر کی تلاش میں رہتے۔

مؤتمر الدعوۃ والتعلیم میں نمائندگی: -فروری ۱۹۸۰ء میں جامعہ سلفیہ میں منعقد ہونے والی تاریخی عالمی کانفرنس میں آپ مرکز دعوت اسلامی شارجہ متحدہ عرب امارات کے نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے،آپ نے کانفرنس کومختصر خطاب بھی کیا تھا جس میں حمد وصلاۃ اورشکریے کے کلمات کے بعد فرمایا:

’’مجھے سماحۃ الشیخ عبداللہ علی المحمود (صدر مرکز دعوت اسلامی شارجہ) نے مکلّف کیا ہے کہ میں ان کی طرف سے ان کا پاکیزہ ترین تحیہ اور خالص ترین تمنائیں پہنچا دوں اور ساتھ ہی ساتھ اس عظیم مؤتمر میں حاضر نہ ہونے پر ان کی طرف سے شدید معذرت پیش کردوں.....

میں اس مختصر گفتگو کے ساتھ اپنے فاضل بھائیوں اور بزرگ دوستوں کو یعنی جامعہ سلفیہ کے علمائے کرام کو مرحبا کہتا ہوں جنہوں نے اس عظیم مؤتمر کے انعقاد کا بیڑا اٹھایا جسے میں وقت کی ضروریات میں سے ایک نہایت اہم ضرورت سمجھتا ہوں....الخ (مجلۃ الجامعۃ السلفیۃ ،مؤتمر الدعوۃ والتعلیم نمبر،ص:۲۸۸-۲۸۹)

علالت اور وفات: -موصوف برسوں سے شوگر، بلڈ پریشر، عارضہ قلب اور دیگر بیماریوں میں مبتلا تھے، گھٹنے میں تکلیف کی شکایت بھی تھی، چھڑی لے کر چلتے تھے اور کرسی پر بیٹھ کر نماز ادا کرتے تھے۔عوارض میں شدت آجاتی تو گھر میں محصور ہوکر رہ جاتے۔آپ کی پہلی بیوی سے کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی، بعد میں دوسری شادی کی ،جس سے ایک بیٹا اور دو بیٹی تولد ہوئے ،مگر بیٹے کی عمر دس بارہ سال ہی رہی ہوگی، اس لیے آپ کا گھریلو معاملات میں پریشان ہونا فطری تھا،مگر بڑے صبر وشکر کے ساتھ زندگی گزارتے تھے، اعزہ واقارب ضرورت کے وقت خدمت کے لیے تیار رہتے۔راقم کبھی دولت خانہ پر حاضر ہوکر اور کبھی فون سے خیریت لیتا رہتا۔لاک ڈاؤن کے وقفے میں زیادہ دن تک آپ سے بات نہ ہوسکی تھی، بقرعید (۲۰۲۰ء) کے بعد جب جامعہ میں حاضری ہوئی تو ایک بار بذریعہ فون آپ سے گفتگو ہوئی اور آپ نے ملاقات کی خواہش ظاہر فرمائی، لیکن بچے کی شادی کے پیش نظر میں جلد ہی مئو واپس لوٹ گیا اور آپ سے بالمشافہہ ملاقات نہ ہوسکی، البتہ واٹس ایپ پر پیغامات کا تبادلہ ہوتا رہتا۔معلوم ہوا کہ وفات سے چند روز قبل آپ کی حالت بگڑنے پر آپ کو اسپتال میں داخل کیا گیا،مگر چونکہ وقت موعود آچکا تھا اس لیے دوا علاج کچھ کارگر نہ ہوا اور آخر کار آپ نے یکم نومبر ۲۰۲۰ء کی صبح دس بجے جان جانِ آفریں کے حوالے کردی۔اللھم اغفر لہ وارحمہ۔

☆☆☆

مضمون نویسوں سے گزارش

۱۔ مضمون صاف،خوشخط یا کمپیوٹرائزڈ بھیجیں۔

۲۔ مضمون کی اصل کاپی روانہ کریں۔شائع شدہ مضامین ارسال نہ فرمائیں۔

۳۔ مضمون کا فوٹو کاپی دفتر کو ارسال نہ کریں،فوٹو کاپی میں بعض حروف مٹ جاتے ہیں جس کی وجہ سے ایسے مضامین کی اشاعت روک دی جاتی ہے۔

۴۔ مضمون نگار حضرات اپنا پورا پتہ اور موبائل نمبر ضرور لکھیں۔

۵۔ کسی مضمون میں اقتباس نقل کرتے وقت کتابوں کا حوالہ ضرور دیں۔

۶۔ قرآنی آیات اوراحادیث کی پوری تخریج اور مصادر کا حوالہ ذکر کریں۔

۷۔ کسی دینی مسئلہ پر کوئی مضمون ہو تو اس پر ہر ناحیے سے بحث کرنے کے بعد راجح موقف بیان کریں۔

۸۔ اپنے مضامین میں پرجوش خطیبانہ یا منافرت پھیلانے والے اسلوب سے گریز کریں۔

(ادارہ جریدہ ترجمان)

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

کتاب الآداب

مؤلف: فؤاد بن عبدالعزیز الشلھوب

مترجم: محمد نعیم محمد شفیع سلفی

تقدیم

مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

صفحات:665 قیمت:-/300

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

صفر المظفر ۱۴۴۳ھ کا چاند نظر آ گیا

دہلی: ۸/ستمبر ۲۰۲۱ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی سے جاری اخباری بیان کے مطابق آج مورخہ ۲۹/محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۸/ستمبر ۲۰۲۱ء بروز بدھ بعد نماز مغرب بمقام اہل حدیث منزل، واقع اردو بازار، جامع مسجد دہلی مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی کی ایک اہم میٹنگ منعقد ہوئی اور رؤیت ہلال ماہِ صفر کے سلسلے میں حسب سابق ملک کے اکثر صوبوں کے ذمہ داروں سے بذریعہ فون رابطے کیے گئے جس سے متعدد صوبوں سے رویت عامہ کی مصدقہ و مستند خبر موصول ہوئی۔ بنابریں مرکزی اہلحدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کل مورخہ ۹/ستمبر ۲۰۲۱ء، جمعرات کو صفر المظفر ۱۴۴۳ھ کی پہلی تاریخ ہوگی۔ ان شاءاللہ

....

جھارکھنڈ کے بزرگ عالم دین اور معروف داعی مولانا زکریا فیضی پرتاپ گڑھی صاحب کا انتقال پر ملال: یہ جان کر انتہائی غم وافسوس ہوا کہ صوبہ جھارکھنڈ کے بزرگ عالم دین اور معروف داعی، مبلغ، مناظر، معلم، خطیب اور مدرسہ اسلامیہ، حاجی گلی، مدھوپور، جھارکھنڈ کے سابق صدر المدرسین مولانا زکریا فیضی پرتاپ گڑھی صاحب کا مورخہ 30/ اگست 2021ء مطابق 20/محرم الحرام 1443ھ کو صبح 6/ بجے رانچی کے ریمس اسپتال میں بعارضہ قلب بعمر تقریباً 73/ سال انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا زکریا فیضی صاحب اصلا پرتاپ گڑھ، یوپی کے رہنے والے تھے۔ مدرسہ سبل السلام، دہلی اور ہندوستان کی قدیم ترین دینی دانشگاہ جامعہ فیض عام مئو ناتھ بھنجن یوپی سے تعلیم حاصل کی۔ تلاش معاش کے سلسلے میں صوبہ جھارکھنڈ کے مدھوپور، دیوگھر تشریف لے گئے اور پھر ہمیشہ کے لیے وہاں کے ہی ہوکر رہ گئے۔ آپ نے علاقے میں بڑی سرگرمی کے ساتھ دعوت واصلاح کا فریضہ انجام دیا۔ فتنہ انکار حدیث کا بڑے صبر و استقامت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ جس کی وجہ سے بڑی بڑی آزمائشوں میں مبتلا ہوئے۔ مولانا نے مدرسہ مصباح العلوم جھوم پورہ اڑیسہ اور جامعہ رحمانیہ، مدھوپور وغیرہ میں بھی تدریسی خدمات انجام دیں۔ لاک ڈاؤن سے قبل ان کی علالت کی خبر سن کر ان کے در دولت پر عیادت کے لیے مجھ ناچیز کی حاضری ہوئی تو وہ پیرنوجوان اس طرح باتیں کررہے تھے کہ جیسے ان کو کوئی مرض ہی لاحق نہ ہو۔ اس وقت مولانا بہت ساری مجبوریوں کے باوجود ہمسفر بننے کے لیے بےچین تھے۔ ایسے جمعیت و جماعت اور ملت کے غیور کہاں ملیں گے! مولانا کی وفات علمی ودعوتی دنیا کا بڑا خسارہ ہے۔ ان کی تدفین مورخہ 31/ اگست کو پناہ کولہ قبرستان، مدھوپور، دیو گھر، جھارکھنڈ میں عمل میں آئی۔ ان شاءاللہ۔ پسماندگان میں دولڑکے عبداللہ اور عبد الباسط، پانچ بیٹیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی مغفرت فرمائے، خدمات کو قبول فرمائے، جنت الفردوس کا مکین بنائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین (شریک غم ودعاگو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

انتقال پر ملال: یہ خبر نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ میرے ہم سبق ساتھی، جامعہ رحمانیہ کٹیہار، بہار کے صدر اور معروف داعی مولانا عمر فاروق تیمی مدنی صاحب (مقیم سعودی عرب) کے والد گرامی جناب فیض الدین صاحب کا مورخہ ۵/ستمبر ۲۰۲۱ء کو بوقت تقریباً 8/ بجے مختصر علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کے جنازے کی نماز اگلے دن ان کے آبائی وطن روشنا، حال بیدا، کٹیہار میں بعد نماز ظہر ادا کی گئی۔ جس میں علماء وعوام کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ والدین کا روحانی وجذباتی سایہ سر سے اٹھ جانا ہی دنیا کی سب سے بڑی محرومی ہے، لیکن ملک وبیرون ملک کے موجودہ حالات کے پیش نظر بیٹے کا مشفق باپ کی نماز جنازہ اور تجہیز وتدفین میں سعی بسیار کے باوجود شریک نہ ہو پانا غم وافسوس اور احساس محرومی کو مزید دوبالا کردیتا ہے۔ ایسے احوال میں صبر اور تلقین صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جاتا ہے۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کا مکین بنائے اور پسماندگان خصوصا رفیق مکرم شیخ عمر فاروق تیمی صاحب کو صبر وسلوان عطا فرمائے آمین (شریک غم: ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی، نئی دہلی)

جماعتی خبریں

شیخ القراء قاری عبد الحمید رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ اور رکن شوری مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند مولانا کلیم اللہ سلفی صاحب کی والدہ ماجدہ کا انتقال پر ملال: یہ جان کر انتہائی غم وافسوس ہوا کہ جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کے سابق شیخ القراء استاذ الاساتذہ قاری عبدالحمید رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے رکن شوری، صوبائی جمعیت اہل حدیث مشرقی یوپی کے نائب ناظم، مدرسہ چشمہ حیات جون پور کے مؤقر استاد اور جمعیت و جماعت کی نہایت فعال شخصیت مولانا کلیم اللہ سلفی صاحب کی والدہ ماجدہ کا مورخہ 7/ستمبر 2021ء کو صبح 6/ بجے بعمر تقریباً 95/ سال طویل علالت کے بعد انتقال

ہو گیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ نہایت نیک ،خوش اخلاق ، پابند صوم وصلوٰۃ اور مہمان نواز خاتون تھیں۔مجھ ناچیز سے اپنے بیٹوں کی طرح محبت کرتی تھیں۔ماہ صیام کے بعد سے ہی علیل تھیں۔ان کی تدفین اسی روز بعد نماز عصر آبائی گاؤں رہٹی جون پور، یوپی میں عمل میں آئی۔جس میں ناچیز نے بھی شرکت کی۔پسماندگان میں پانچ صاحب زادے ماسٹر شفاء اللہ صاحب، ماسٹر ولی اللہ صاحب،مولانا کلیم اللہ سلفی صاحب علیم اللہ صاحب،سلیم اللہ صاحب،تین بیٹیاں اور ڈھیروں پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔(واضح ہو کہ امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی صاحب حفظہ اللہ نے مرحومہ کی نماز جنازہ میں شرکت کی اور جملہ اہل خانہ سے تعزیت وتلقین صبر واحتساب فرمائی۔ادارہ)

اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کا مکین بنائے اور پسماندگان خصوصا مولانا کلیم اللہ سلفی اور ان کے بھائیوں بہنوں کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔آمین

(غم زدہ ودعا گو:اصغر علی امام مہدی سلفی،امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

انتقال پر ملال: یہ خبر نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ مولانا وصی اللہ مدنی صاحب ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث سدھارتھ نگر یوپی واستاد جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈانگر نیپال اور مولانا شفیع اللہ مدنی صاحب کے والد گرامی جناب الحاج عبدالحکیم صاحب مورخہ ۱۲؍ستمبر ۲۰۲۱ء بروز اتوار طویل علالت کے بعد بعمر تقریباً نوے سال انتقال ہو گیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ صوم وصلاۃ کے پابند،خلیق وملنسار اور دینی وجماعتی جذبہ سے سرشار تھے۔کبر سنی اور ضعف بصارت کے باوجود تلاوتِ قرآن کریم برابر کرتے رہتے تھے۔انہوں نے اپنی اولاد واحفاد کی دینی تعلیم وتربیت کا خصوصی اہتمام کیا۔جو ان کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔ان شاءاللہ۔ان کے جنازے کی نماز اسی دن ان کے آبائی وطن ندولیا،سدھارتھ نگر، یوپی میں ادا کی گئی جس میں علماء وطلبہ اور معززین وعوام کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔پسماندگان میں دو لائق وفائق صاحب زادگان مولانا شفیع اللہ مدنی صاحب اور مولانا وصی اللہ مدنی صاحب اور علماء وحفاظ پوتے پوتیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے،خدمات کو قبول کرے، جنت الفردوس کا مکین بنائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔آمین (شریک غم ودعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی،امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے تعاون سے صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر کے وفد کا سیلاب متاثرہ علاقوں کا راحتی دورہ اور ریلیف کی تقسیم: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی ترتیب وتنسیق اور تعاون سے صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر کے ناظم مولانا سرفراز احمد اثری اور نائب ناظم انجینئر عظمت اللہ صاحبان وغیرہ پر مشتمل صوبائی راحتی وفد نے مورخہ ۲۷؍اگست ۲۰۲۱ء بروز جمعہ مہاراشٹر کے چند سیلاب متاثرہ مقامات کا دورہ کیا، احباب سے ملاقاتیں کیں اور سیلاب سے ہوئی تباہی کا جائزہ لیا۔صوبائی وفد سب سے پہلے شہر میرج پہنچا جہاں عرفان بھائی نشان دار نے چند احباب جماعت کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔بعدہ احباب جماعت سے ملاقاتیں ہوئیں۔وفد نے میرج اور اطراف کی متعدد جگہوں میں سیلاب سے ہوئی تباہی وبربادی کا جائزہ لیا اور وہاں سیلاب متاثرین کے مابین ریلیف تقسیم کی۔

بعد ازاں برادر عرفان صاحب اور جمیل صاحب سانگلی کے ہمراہ یہ وفد کولھاپور پہنچا جہاں ناظم صوبائی جمعیت مولانا سرفراز اثری صاحب نے جمعہ کا خطبہ دیا۔نماز کے بعد احباب جمعیت سے تفصیلی گفتگو ہوئی اور ناظم ونائب ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر نے عوام الناس کو پرخلوص نصیحت کی اور جمعیت وجماعت سے متعلق بہت سارے مفید مشورے دیئے۔جس پر احباب جماعت نے عمل کرنے کا وعدہ کیا۔اس کے بعد سیلاب زدگان میں ریلیف کی تقسیم عمل میں آئی۔تقریباً پانچ بجے شام برادر عرفان نشان دار برادر ضمیر اور جناب عبدالعزیز مکاندار اراکین شوری صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر کے ہمراہ یہ قافلہ اچل کرنجی پہنچا جہاں ارکان وفد نے احباب جماعت کے ایک کثیر تعداد سے ملاقات کی اور جماعتی امور پر تبادلۂ خیال کیا۔اس کے بعد عمران بھائی اور حافظ عنایت صاحب نے اچل کرنجی میں پہلی اہل حدیث مسجد جو کہ ابھی زیر تعمیر ہے کا معائنہ کرایا۔ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر نے اس موقع پر لوگوں سے مسجد کے تعاون کی اپیل کی۔

واضح رہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم مالیات اور صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر کے قائم مقام امیر الحاج وکیل پرویز صاحب کی سربراہی میں یہ راحتی وفد روانہ ہونا طے تھا اور صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر کے خازن جناب حنیف انعامدار صاحب بھی ارکان وفد میں شامل تھے۔یہ دونوں مؤقر ذمہ داران روانگی کے لئے تیار بھی تھے لیکن بروقت چند عوارض پیش آنے کی وجہ سے شریک وفد نہ ہو سکے۔البتہ الحاج وکیل پرویز صاحب نے اس راحتی وفد کو اپنے رفقاء کے ہمراہ بڑے اہتمام سے روانہ کیا اور اس دوران وفد اور متعلقہ جگہوں کے ذمہ داروں سے برابر رابطے میں رہے اور جناب حنیف انعامدار صاحب بھی پرسش احوال کرتے رہے۔فجزاہما اللہ خیرا الجزاء

ریلیف کی تقسیم اور میدانی دورے اور جائزے پر مبنی تفصیلی رپورٹ مرکز کو بھیجی جارہی ہے۔

(مولانا سرفراز احمد اثری ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر)

اہل حدیث منزل کی تعمیر وتکمیل کے لیے

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے : (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind
A/c: 629201058685
ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292

پندرہ روزہ جریدہ
ترجمان

ملک کے متعدد مقامات میں سیلاب سے جانی و مالی نقصانات کا جائزہ

تعاون کی اپیل

ملک کے متعدد مقامات خصوصاً صوبہ مہاراشٹر، مدھیہ پردیش، بہار، یوپی وغیرہ کے بعض اضلاع کے اندر غیر معمولی بارش کی وجہ سے سیلاب کی ابتر صورت حال اور اس کے نتیجہ میں ہونے والے بھاری جانی و مالی نقصانات شدید رنج وغم کا باعث ہیں اوراس مصیبت کی گھڑی میں آپ سبھی سے انسانیت کے ناطے تعاون کی اپیل ہے۔

مصیبت زدہ علاقوں میں سیلاب کے سبب تباہی بڑھتی ہی جارہی ہے، لہٰذا متاثرین صبر وتحمل کا دامن تھامے رہیں اور آپسی بھائی چارہ اور باہمی تعاون کا خاص خیال رکھیں۔علاوہ ازیں تمام ہمدردان قوم وملت سے بلاتفریق مذہب اپیل کی جاتی ہے کہ وہ مصیبت کی اس گھڑی میں انسانیت کے رشتے کو نبھاتے ہوئے اپنے بھائیوں کی بھرپور امداد کریں۔اسی طرح صوبائی ومرکزی حکومتوں سے اپیل کی جاتی ہے کہ متاثرین کی راحت رسانی، باز آبادکاری نیز نقصانات کے معاوضہ کے سلسلہ میں مناسب اقدامات کریں۔مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی ترتیب وتنسیق اور تعاون سے صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر کا ایک وفد سیلاب زدہ علاقوں میں ریلیف کا کام کر کے واپس لوٹا ہے اور اپنی جائزہ رپورٹ میں وہاں مزید تعاون کی سفارش کی ہے۔صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر کے ناظم مولانا سرفراز احمد اثری صاحب اور نائب ناظم انجینئر عظمت اللہ صاحب وغیرہ پر مشتمل یہ صوبائی وفد جسے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم مالیات اور صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر کے قائم مقام امیر الحاج وکیل پرویز صاحب کی سربراہی میں روانہ ہونا تھا اور جس کے ایک رکن جناب حنیف انعامدار صاحب خازن صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر بھی تھے اور یہ دونوں مؤقر ذمہ داران روانگی کے لئے تیار بھی تھے لیکن بروقت چند عوارض پیش آنے کی وجہ سے شریک وفد نہ ہوسکے۔تاہم الحاج وکیل پرویز صاحب نے اپنے رفقاء کے ساتھ بڑے اہتمام سے وفد کو روانہ کیا اوراس دوران الحاج وکیل پرویز صاحب اور جناب حنیف انعامدار صاحب وفد اور متعلقہ جگہوں کے ذمہ داروں سے برابر رابطے میں رہے۔فجزاہم اللہ خیرا

مرکزی جمعیت نے مصیبت کی اس گھڑی میں متاثرین کے لیے دعا اور تمام بھائیوں خصوصاً اپنی تمام صوبائی شاخوں کے ذمہ داروں سے ان کی امداد کے لئے اپنے اپنے صوبوں سے بھرپور تعاون کی دوبارہ اپیل کرتی ہے۔بلاشبہ اتنے بڑے پیمانے پر جان ومال کی تباہی وبربادی، قدرتی نظام کا حصہ ہے اوراس طرح کی آفات ارضی وسماوی، زمین پر بسنے والے ہم انسانوں کے گناہوں کے عام ہوجانے کی وجہ سے بھی آتی ہیں اوراس طرح اللہ تعالیٰ سنبھلنے کے لئے کبھی کبھی اپنی نشانیاں ظاہر کرتا ہے اوراپنے بعض بندوں کو آزماتا ہے لہٰذا اس سے بندوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے اور صبر واحتساب سے کام لینا چاہئے اور عالمی پیمانے پر جہاں بھی لوگ قسم قسم کی پریشانیوں میں مبتلا اور مصیبت زدہ ہیں سب کے لئے اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرنی چاہئے اور تعاون میں جہاں تک ممکن ہو حصہ لینا چاہئے۔اللہ تعالیٰ متاثرین کی خصوصی مدد فرمائے اور ہم سب کو ہر طرح کی بلاؤں وبیماریوں سے محفوظ رکھے اور خیر کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق ارزانی فرمائے۔آمین

اپیل کنندگان

اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

ودیگر ذمہ داران واراکین

چیک /ڈرافٹ ان ناموں سے بنائیں:

Ahle Hadees Relief Fund
A/c No. 200110100007015
Bombay Mercantile Cooperative Bank LTD
IFSC Code: BMCB0000044
Branch: Darya Ganj, New Delhi

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind
A/c: 629201058685
ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292